یکے از مطبوعات بسم اللہ پبلی کیشنز

ماہنامہ مناقبِ صحابہ

جلد نمبر 2 شمارہ نمبر 13

شوال، ذی قعد 1427ھ نومبر 2006ء

مومنوں کی ماں، زوجہ پیغمبر
سیدہ
سودہ
رضی اللہ عنہا

دین صحابہ کا
علامہ خالد محمود مدظلہ

عشقِ مصطفٰی
شرطِ ایمان ہے
علامہ علی شیر حیدری

عورتوں
کا ایمانی عہد

موسیقی!
روح کی غذا یا سزا

مسلمان
کا مقام اور پیغام

استقامت کے پیکر
سیدنا حضرت
عبداللہ
ذوالبجادین
رضی اللہ عنہ

سانحہ باجوڑ
عالمِ اسلام کیلئے لمحہ فکریہ!

تبلیغ اور ہم

علم کی فضیلت

CamScanner

کیلنڈر 2007 بمطابق 1427-28ھ

ایسے ۱۰ جانثار صحابہؓ کے نام سے مزین جنہوں نے ناموس رسالت کیلئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا

انتہائی خوبصورت | دیدہ زیب | جاذب نظر

بہترین کاغذ | فور کلر | سائز 18x23

ہدیہ انتہائی مناسب

اپنے گھروں کی زینت بنایئے، برکت کیلئے مسجدوں، بیٹھکوں، دفتروں، سکولوں اور کالجوں میں لگایئے، دوست احباب کو تحفہ دیجئے، تحفہ بھی، ثواب بھی اور زینت بھی

ناشر: بسم اللہ پبلیکیشنز منشی محلہ گلی نمبر 8 پہلی منزل علی سنٹر بھوانہ بازار فیصل آباد Phone 041-2604175

مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم فیصل آباد

میں اشتہارات تجارت بھی اور عبادت بھی

نرخ اشتہارات

- بیک ٹائٹل 4 کلر 6000 روپے
- اندرونی ٹائیٹل 1 کلر 3000 روپے
- مکمل صفحہ 1 کلر 2000 روپے
- آدھا صفحہ 1 کلر 1200 روپے
- چوتھائی صفحہ 1 کلر 500 روپے

براہ راست اشتہارات کی بکنگ کیلئے 0300 7610220 041-2604175

بسم اللہ پبلیکیشنز منشی محلہ گلی نمبر 8 علی سنٹر فسٹ فلور بھوانہ بازار فیصل آباد

Monthly Urdu Magazine

MANAQIB-E-SAHABA

Faisalabad Pakistan

ماہنامہ
مناقب صحابہ
فیصل آباد

شوال/ذیقعدہ 1427ھ نومبر 2006ء

چیف ایڈیٹر
حافظ عبدالغفار انور
0300-7610220

ایڈیٹر
ڈاکٹر عبدالجبار علوی
0301-6061926

آئینہ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ	5
2	دین صحابہ کا	7
3	سیدہ سودہؓ	12
4	عبداللہ ذوالبجادینؓ	15
5	مسلمان کا مقام	17
6	ایفائے عہد	20
7	عورتوں کا ایمانی	22
8	عشق مصطفیٰ	25
9	سچائی کیا ہے؟	28
10	خدا پرستی	29
11	جینے کا حق	33
12	عروج وزوال	39

ہدیہ 18/ روپے

سالانہ زرتعاون: 180 روپے

یکے از مطبوعات: بسم اللہ پبلی کیشنز

ترسیل زر اور خط وکتابت کیلئے
علی سنٹر، پہلی منزل، منشی محلہ، گلی نمبر 8، بھوانہ بازار۔ فیصل آباد
041-2604175

حمد ربُّ العالمین

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

الٰہی تو ہے وحدہٗ لا شریک
بنایا ہے تو نے ہر اک شئے کو ٹھیک

عدم سے تو ہستی میں لایا ہمیں
یہاں آب و گل میں پھنسایا ہمیں

تھے نادان ہم تو نے دانا کیا
کری ہم پہ نازل یہ روشن کتاب

کیا اس میں امر و نہی کا خطاب
نہ کی نیک اور بد میں ہم نے تمیز

رہے اپنے غفلت سے ہم بے تمیز
رہی وہ ہی ہم پہ کرم کی نظر

وہ نور ہدایت رہا جلوہ گر
ہے روشن اگرچہ ہدایت کا نور

ولے کیا ہو حاصل کہ ہیں ہم تو کور

عطا کر وہ بینائی ہم کو اللہ
الٰہی الٰہی الٰہی اللہ

﴿مراسلہ: حافظ محمد ابوبکر متعلم جواہر القرآن فیصل آباد﴾

سانحہ باجوڑ

عالم اسلام کے لئے لمحہ فکریہ

باجوڑ ایجنسی میں مدرسہ پر وحشیانہ بمباری کے نتیجہ میں مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں مصروف قرآن پاک پڑھنے والے معصوم طلباء کی شہادت پر ہر آنکھ اشکبار اور دل مغموم ہے۔ روایتی احتجاج اور تنقیدی بیانات سے ملک کی سیاسی فضا آلودہ ہے۔ دوسری طرف حکومت وقت اس سانحہ کی ذمہ داری قبول کر کے امریکہ سے داد شجاعت وصول کر رہی ہے اور معصوم طلباء کو دہشت گرد قرار دے رہی ہے۔

بی بی سی سمیت تمام سرکاری و غیر سرکاری ذرائع ابلاغ مقتولین کی اکثریت کی تعداد نابالغ اور نوعمر بتلا رہے ہیں لیکن تمام سرکاری بولی بولنے والے افراد کا کہنا ہے کہ وہاں پر موجود افراد عسکری تربیت میں مصروف تھے جبکہ واقعہ کے بعد نہ کسی دہشت گرد کی لاش کو قبضہ میں لیا گیا اور نہ ہی عسکری تربیت میں استعمال ہونے والے اسلحہ کی نمائش کی گئی اور نہ ہی اکبر بگٹی کی طرح کوئی تابوت تیار کر کے مجرم کو قوم کے سامنے لایا گیا اور نہ ہی دہشت گردوں کے فنگر پرنٹس لئے گئے اور نہ ہی جنازوں کی کڑی نگرانی کی گئی حالانکہ جس انداز میں کارروائی کی گئی ہے اس سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ دہشت گردوں کے پاس طیارہ شکن توپ سمیت بڑے قسم کا اسلحہ ہوگا کیونکہ حملے کے لئے رات کی تاریکی اور آہنی پرندوں کا سہارا لیا گیا لیکن وہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا کہ حملے کے بعد معصوم طلباء کے اعضاء، گوشت کے لوتھڑے، ٹوٹی چارپائیاں، جلے ہوئے قرآن پاک کے نسخے اور معصوم لاشوں کے علاوہ کوئی چیز دکھائی نہیں دی۔

عینی شاہدین اور جنازہ میں شریک ہزاروں افراد کا کہنا ہے کہ مقتولین صرف مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء تھے۔ کوئی دوسرا آدمی ایک بھی نہ تھا جبکہ حکومتی ذمہ داران کی طرف سے وضاحت کی جا رہی ہے کہ مقتولین میں بعض غیر ملکی افراد بھی شامل ہیں لیکن یہ بات بغیر ثبوت اور شواہد کے کہی جا رہی ہے۔ جس سے حکومتی دعوے کی ساکھ بُری طرح متاثر بھی ہو رہی ہے اور امریکہ نوازی کے اشارے بھی مل رہے ہیں۔

سپریم کورٹ کے سابق جج اور سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس وجیہ الدین احمد اور سابق وزیر قانون خالد رانجھا نے اسے ماورائے عدالت قتل قرار دیا ہے اور کہا کہ ٹھوس ثبوت کے ہوتے ہوئے دہشت گردوں کو گرفتار کر کے قانون کے کٹہرے میں کیوں نہیں لایا گیا۔ مزید انہوں نے کہا کہ یہ واقعہ مکھی کو توپ کے گولے سے مارنے کے مترادف ہے۔ افغانستان اور عراق میں فضائی حملوں کے بعد اب پاکستان میں بھی فضائی حملے بغیر ثبوت و شواہد کے صرف اسلام دشمنی میں کئے جا رہے ہیں لیکن تعجب اس بات پر ہے حکومت پاکستان اس ذمہ داری کو قبول کر کے فخر محسوس کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ جہاں انتہاپسندی ہوگی وہاں طاقت کا استعمال کریں گے۔

خدا جانے مشرف صاحب امریکہ کا اتحادی ہونے کی وجہ سے فضائی حملوں کے عادی ہو گئے یا فضائی ذریعہ سے حکومت پر قابض ہوئے تھے۔ اس لئے فضائی حملوں کا سلسلہ اپنوں پر ہی شروع کر دیا۔ "چور مچائے شور" یہ محاورہ صرف کتابوں میں لکھا دیکھا اور بزرگوں سے سنا تھا لیکن مجسم شکل میں اس واقعہ نے دکھا دیا کہ 83 کے قریب حفاظ کرام علوم دینیہ کے طالب علموں کو بین الاقوامی دہشت گردی کی بھینٹ چڑھا کر انہی پر دہشت گردی کا الزام لگایا جا رہا ہے۔

اگر اب بھی مسلمان لوگ میدان عمل میں نہ اترے اور اپنے مفادات کو پس پشت ڈال کر اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار نہ لائے تو وہ وقت دور نہیں کہ باقی مدارس پر بھی یہی وقت آن پڑے۔ اب وقت ہے بیدار مغزی اور قوت و ہمت کے ساتھ اسلام دشمنوں سے مقابلہ کرنے کا۔

لہٰذا ہماری ارباب اقتدار سے بھی درخواست ہے کہ وہ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار بننے کے بجائے اپنے ملک کی فکر کریں اور ہر قدم اٹھانے سے پہلے اپنے ملک اور اسلام کے بارے میں سوچیں اور ہر وہ فیصلہ کریں جس سے ملک اور اسلام کو فائدہ ہو...... اور دینی مذہبی سیاسی رہنماؤں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے بجائے حب الوطنی کا ثبوت فراہم کریں مضبوط اور پائیدار لائحہ عمل تیار کر کے ملک اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔

☆..........☆..........☆..........☆

CamScanner

یااللہ مدد

درس گاہ ادارہ علوم اسلامیہ (رجسٹرڈ)

پرانا لاری اڈہ وہاڑی سٹی فون: 0673366631

سرپرست حافظ عبدالرحمٰن صدیقی — مہتمم قاری محمد قاسم — ناظم اعلیٰ قاری خدابخش — محمد اجمل صدیقی

درسگاہ ادارہ علوم اسلامیہ پاکستان کی معروف دینی درسگاہ ہے۔ عرصہ دراز سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ ادارہ سے بیسیوں طلباء و طالبات قرآن پاک حفظ کر چکے ہیں۔ اور سینکڑوں طلبا و طالبات دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

75 طلباء وفاق کا امتحان دے چکے ہیں۔ اساتذہ کی زیرنگرانی تقریباً 200 مقیم و مسافر طلباء حفظ و ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ پرائمری پاس طلبا کیلئے مڈل کا معقول انتظام ہے۔ اس وقت 55 مسافر طلباء کے قیام و طعام علاج معالجہ کا ماہانہ خرچ تقریباً 40.000 (چالیس ہزار) ہے۔

داخلہ! ادارہ میں نئے سال کا داخلہ 7 شوال سے شروع ہوگا اور تعلیم کا آغاز 10 شوال سے ہوگا۔

اپیل! تمام اہل اسلام سے اپیل ہے کہ اپنے خصوصی عطیات زکوٰۃ صدقات، خیرات اور فطرانہ وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ اجر کے مستحق ہوں۔ مدرسہ کے اندر خود تشریف لا کر عطیات وغیرہ جمع کروائیں

یااللہ مدد

دارالعلاج صدیقی

اوقات کار

موسم گرما صبح 10 بجے تا 7 بجے شام موسم سرما صبح 10 بجے تا 6 بجے شام

زیر سرپرستی

حضرت مولانا **حکیم خلیل احمد صدیقی**

مستند رجبہ اول طبیہ کالج لاہور حال مقیم مدینہ منورہ سعودی عرب

سال ہا سال سے انسانی صحت کی بحالی میں سرگرم

زیر نگران صاحبزادہ **حکیم شکیل احمد حیدری**

فاضل الطب والجراحت ماہر نفسیات

خصوصاً نوجوانوں کے جملہ پوشیدہ امراض، خواتین کے تمام پیچیدہ امراض معدہ، جیسے امراض کا شافی اور تسلی بخش علاج کیا جاتا ہے۔

باب علی المرتضیٰ اسلامی چوک مظفر گڑھ

فون رہائش: 066-2005902 فون مطب 066-2424763

موبائل 0300-7883155

CS CamScanner

دین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا

علامہ خالد محمود
پی ایچ ڈی لندن

آج ہماری حکومت پریشان ہے ارکان اسمبلی پریشان ہیں وزراء پریشان ہیں کہ قوم نے مطالبہ کر دیا ہے کہ شریعت نافذ کی جائے..... ہر دینی حلقے کی کتاب وسنت کی تعبیر مختلف ہے..... کتاب وسنت کے علمی ذخائر ایسے ہیں کہ ان کی تشریح میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے..... پریشانی یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کے نام سے کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا ہے..... اب کریں کیا؟ اگر ایک فرقے کی تشریح کا اعتبار کیا جائے اور اس کی فقہ کو نافذ کر دیا جائے..... تو ملک میں فرقہ بندی کی فضا پیدا ہوگی۔ آپ اخبارات میں اس قسم کی باتیں اکثر پڑھتے ہوں گے..... میں آپ سے صرف اتنی بات پوچھتا ہوں کہ یہ بات سوچنے کا وقت آج ہے یا آج سے پہلے تھا؟ (پہلے تھا) جب یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ ہندوستان میں ایک خطہ ہمیں ایسا دیا جائے..... جہاں ہم اسلام کو نافذ کریں یا اس وقت سوچنے کا مسئلہ تھا کہ اسلام میں یہ جو بھانت بھانت کی بولیاں ہیں..... قرآن کریم کی اپنی اپنی تفسیریں ہیں..... اور طرح طرح کی فقہیں ہیں اتنے مذاہب ہیں اب یہاں ہم کس فقہ کو نافذ کریں گے۔ یہ بات سوچنے کی ضرورت اس وقت تھی یا آج؟..... (اس وقت)..... تو اس وقت تو سوچا نہ اور اب ملک بنا لیا..... اب ملک بن گیا۔ اس نام پر اب یہ کہنا کہ ہم نے نعرہ غلط لگایا تھا..... یہاں اسلام نافذ نہیں ہو سکتا۔ ہم کس فرقے کی بات مانیں..... اور کس فرقے کی نہ مانیں یہ مجبوریاں ہیں..... یہ بات بھی ہم نہیں کہہ سکتے دوسرے مذاہب ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے کہ اب ان کے ہاں اسلام لائق عمل نہیں رہا..... تو اس کی وجہ فرقہ بندی کیوں نہ ہو؟ اب اگر موجودہ حکمرانوں کے سامنے یہ مجبوریاں ہیں..... تو ملک تو اسی نام پر بنا تھا..... اگر یہ کر نہیں سکتے تو ان کا کام ہے حکومت چھوڑ دیں پریشان کیوں ہیں؟ نہایت افسوس ہے کہ جو بات آج سے چالیس سال پہلے سوچنے کی تھی..... آج قوم کو اس میں ڈال دیا گیا ہے کہ اس کو سوچیں..... میں اس وقت صرف اسلام کا معنی عرض کروں گا۔ شریعت کیا ہے؟ اور اسلام کیا ہے؟

اسلام اور شریعت کیا ہے؟

اسلام اور شریعت کیا ہے؟ دین صحابہؓ..... صحابہ کرامؓ کا جو دین تھا۔ اس کا نام ہے اسلام..... میں نے ابھی آپ کے سامنے آیت پڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا..... اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ..... اے اصحابؓ رسولؐ..... اے اس وقت کے مسلمانو! اے میرے محبوب کے ساتھیو! میرے پیغمبر کے ساتھیو!

الیوم..... آج کے دن..... اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ..... کُم کے مخاطب کون ہیں؟ کُم کی ضمیر کدھر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف۔ اس میں اب تک کسی کا اختلاف نہیں کہ کُم کی ضمیر اصحابؓ رسول کی طرف راجع ہے..... تو فرمایا میں نے مکمل کیا..... دِيْنَكُمْ..... تمہارا دین..... کن کا؟ (صحابہ کرامؓ کا) یہ نہیں کہا..... دِيْنَكَ..... اے نبی ﷺ تیرا دین کہ یہ کہتے کتاب وسنت..... دینک..... نہیں کہا..... فرمایا..... دِيْنَكُمْ..... تمہارا دین۔ اگر ان کا دین صحیح تھا اور وہی مکمل ہو تو صرف وہی دین مکمل مانا جائے گا..... لیکن یہ ماننا پڑے گا..... کہ اللہ نے جس دین کو مکمل کیا اور اس کا نام رکھا..... دینکم..... اور ترجمہ اس کا ہے دین صحابہؓ تو اس سے مراد یقیناً..... وہ ایک ہی دین ہے سب مسلمان پاکستان جب تک دین صحابہؓ پر نہیں آئیں گے..... اسلام کی تعبیر اس وقت تک مبہم ہی رہے گی۔

اسلام دین صحابہ کرامؓ ہے:

پوچھتے ہیں اسلام ہے کیا؟ آپ سب جواب دیں اسلام دین صحابہؓ کا نام ہے..... یہ میں نہیں کہہ رہا۔ یہ قرآن کی نص ہے..... کوئی تفسیر نہیں کر رہا..... ترجمہ کر رہا ہوں..... دِيْنَكُمْ..... کیا معنی حضرت؟ (تمہارا دین) آپ علماء کرام اللہ کے گھر میں ہیں..... خدا کیلئے حق کی گواہی دیں..... اسلام کا معنی دین صحابہؓ کے سوا اور ہے ہی نہیں..... اور یہ قرآن کی نص ہے..... اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو درمیان سے نکال دو تو لفظ..... دینکم..... بالکل مہمل ہو جائے گا..... گویا اسلام ہے ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جس کو مکمل کیا..... اَلْيَوْمَ..... آج..... اَكْمَلْتُ..... میں نے مکمل کیا..... لَكُمْ..... تمہارے لئے..... دِيْنَكُمْ..... اے اصحابؓ رسول تمہارا دین۔

مجھے ایک بات یاد آئی میں نے ایک مجلس میں یہ بات کی کہ اللہ نے فرمایا تمہارا دین..... یہ نہیں کہا کہ نبی ﷺ کا دین..... تو نبی ﷺ نے دین کی نسبت اپنی طرف نہیں کی..... نسبت دین کی صحابہ کرامؓ کی طرف کی ہے۔ اللہ نے بھی دین کی نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف کی۔

دین کی نسبت صحابہ کرامؓ اور نبی ﷺ کی طرف:

ایک صاحب مجلس میں کہنے لگے کہ اپنی طرف بھی کی ہے..... میں نے کہا کہاں؟ کہنے لگے..... لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ..... وَلِيَ دِيْنِ..... کا معنی ہے میرا دین..... تو یہ اپنی طرف نسبت کی ہے..... تو میں نے کہا کہ یہ ہے کافروں کو خطاب کر کے: يَآ اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ..... کافروں کو خطاب ہو تو یہ ہے..... دین پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کے گھر کی بات ہو تو یہ ہے..... دین صحابہؓ..... صحابہؓ

معیار ہیں۔ اور وہی کتاب وسنت کی گونج آواز ہیں......

یورپ میں بات کریں

امریکہ میں بات کریں

غیر مسلموں میں بات کریں

کافروں کے سامنے بات کریں

اس کا نام ہے دین پیغمبرؐ ...... اور اپنے ملک میں بات کریں...... اسلامی ملک میں بات کریں...... مسلمانوں میں بات کریں تو یہ ہے دین صحابہؓ......

نعمت خداوندی کے مصداق:

الیوم...... آج...... اکملت لکم دینکم...... میں نے مکمل کر دیا تمہارا دین ادھر ذہن نہ جائے کہ صحابہ کرامؓ کو غلط پٹری پر چڑھ گئے...... غلط لائن پر چڑھ گئے...... تو اس کو مکمل کیا؟...... (نہیں)

جو صحابہؓ ...... کا دین تھا

جو صحابہؓ ...... کی لائن تھی

جو صحابہؓ ...... کی پٹری تھی

اس کا ترجمہ آگے اللہ نے کیا فرمایا جو میں نے تم پر اپنا دین مکمل کیا وہ دین ہے کیا؟...... اتممت علیکم نعمتی...... وہی میری نعمت ہے...... تو نعمت کی نسبت کس طرف ہے؟...... نعمتی...... یہ اضافت کس کی طرف ہے؟...... (اللہ تعالیٰ کی طرف)

دین کی نسبت ...... صحابہؓ کی طرف

نعمت کی نسبت ...... اللہ کی طرف

ادھر صحابہؓ

ادھر رب

دین صحابہ کرامؓ اور نعمت خداوندی جب دونوں مل گئے...... جب دونوں ایک ہوئے...... تو اس کا نام رکھا...... اسلام...... فرمایا...... رضیت لکم الاسلام دینا...... یہ ہے تمہارے لئے دین اسلام۔

آیت کا شان نزول:

جب تک صحابہ کرامؓ معیار کے طور پر سامنے نہ رہیں اس وقت تک دین سمجھنا، سمجھانا اور اپنانا مشکل ہے...... یہ آیت کب نازل ہوئی تھی؟ یہ آیت نازل ہوئی تھی 9 ذی الحجہ کو...... کیا تاریخ تھی؟ (9 ذی الحجہ) تو ہمارا دین کب مکمل ہوا؟ 9 ذی الحجہ کو...... حضور ﷺ پیدا کب ہوئے تھے؟...... 9 ربیع الاول کو...... اور دین مکمل کب ہوا؟ 9 ذی الحجہ کو...... تو

ہمارا آغاز 9 سے ہے

اور ہماری انتہا بھی 9 پر

ہمارے آقا کی پیدائش کس تاریخ کو ہوئی 9 ربیع الاول کو...... دین مکمل کس تاریخ کو ہوا؟ 9 ذی الحجہ کو۔ الیوم۔ آج...... اکملت لکم دینکم...... میں نے مکمل کر دیا تمہارا دین اور دین کیا تھا؟...... اتممت علیکم نعمتی...... میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کر دی...... ورضیت لکم الاسلام دینا...... اور تمہارے لئے چن لیا اسلام کو بطور دین کے تو ہمارا دین مکمل ہوا؟ کس تاریخ کو 9 ذی الحجہ کو۔

خلافت انتخابی اور نبوت آسمانی مسئلہ ہے:

لیکن دین چلے گا کیسے؟ دین کو آگے چلانا...... اس کو کہتے ہیں۔ نظام خلافت، اہلسنت والجماعت کے ہاں خلافت انتخابی مسئلہ ہے...... اصول دین میں سے نہیں...... نبوت آسمانی مسئلہ ہے اور ضروری نہیں کہ انتخابی بھی ہو...... اور حکومت اور خلافت یقیناً ایک انتخابی مسئلہ ہے آسمانی نہیں۔

دین مکمل کب ہوا؟ 9 ذی الحجہ کو...... ایک صاحب کہنے لگے کہ حضور ﷺ جب حجۃ الوداع سے واپس لوٹے...... تو غدیر خم کے مقام پر آپ نے اعلان فرمایا...... من کنت مولاہ فعلی مولاہ...... اور آپ نے خلافت اور امامت کا اعلان کیا...... میں نے کہا کیا تاریخ تھی؟ کہنے لگے اٹھارہ ذوالحجہ...... میں نے کہا اعلان کیا کیا؟ (امامت کا) میں نے کہا تو پھر امامت اصول دین میں سے ہے؟ کہنے لگے ہاں...... امامت اصول دین میں سے ہے...... تو میں نے کہا کہ دین تو مکمل ہوا تھا 9 کو تو 9 کے بعد کی کوئی کاروائی انتخابی مسئلہ تو ہو سکتی ہے اصول مسئلہ نہیں بن سکتی۔

تو امامت اور خلافت کے بارہ میں تسلیم کرو کہ...... یہ انتخابی مسئلہ ہے...... یہ آسمانی مسئلہ نہیں۔ آسمانی نمائندہ خدا کا آخری زمین پر جو تھا وہ خاتم النبیین ﷺ تھے...... اور ختم نبوت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی آسمانی نمائندہ اس قیادت اور نیابت کے ساتھ نہیں آئے گا۔

حکومتیں انتخابی

خلافتیں انتخابی

امامتیں انتخابی

تو تم جو کہتے ہو کہ آپ نے غدیر خم پر فرمایا تھا...... من کنت مولاہ فعلی مولاہ...... تاریخ کیا تھی؟ کہنے لگے اٹھارہ...... تو میں نے کہا کہ ہمارا دین مکمل ہوا ہے 9 ذی الحجہ کو...... تو کہنے لگا کہ یہ تو کہاں لکھا ہے کہ 9 کو مکمل ہوا؟ میں نے کہا صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی روایت سے اور اصول کافی میں امام محمد باقرؒ کی روایت سے دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ 9 کو دین مکمل ہوا...... اس سے ان لوگوں کو بڑی پریشانی ہوئی کہ دین تو مکمل ہوا 9 کو اور ہمارا المیہ علی کا مسئلہ تو اٹھارہ کی بات ہے...... تو اٹھارہ کی بات اصول دین میں سے نہیں ہو سکتی۔

روافض کی دلیل اور اس کا رد:

ملاں خلیل وہ قزوین کے رہنے والے تھے...... انہوں نے اس کا جواب دیا ہے اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ امامت بھی اصول دین میں سے ہے...... کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ...... تو اس کے بعد پھر یہ آیت دوبارہ اتری...... الیوم اکملت لکم دینکم...... اب دلیل میں کہتا ہے...... کہ سورۃ فاتحہ بھی تو دو بار اتری ہے...... تو اگر سورۃ فاتحہ دو بار اتر سکتی ہے تو آیت...... الیوم اکملت لکم دینکم...... دو دفعہ نہیں اتر سکتی؟

میں کہتا ہوں سورۃ فاتحہ میں حقائق کا بیان ہے: الحمد للہ رب العلمین...... یہ حقائق ہیں اللہ تعالیٰ کا رب ہونا حقیقت ہے...... الرحمن الرحیم...... حقیقت ہے اس کو سو دفعہ بھی دہراؤ تو ثواب ہے...... آپ بیٹھے پڑھتے رہیں...... الحمد للہ رب العلمین...... ہزار دفعہ بھی کہیں...... تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیوں؟ حقیقت جتنی دفعہ دہرائی جائے کوئی فرق نہیں پڑتا...... ایاک نعبد وایاک نستعین...... دعا ہے ستر (70) دفعہ دعا کرو کوئی حرج نہیں۔

کچھ باتیں ہوتی ہیں مقید وقت مثلاً آج 18 دسمبر کو مومن پورہ میں جلسہ ہوگا...... منادی نے یہ جو اعلان کیا یہ صرف آج کے لئے ہے...... آئندہ جتنی

منادیاں بھی ہوں...... جتنے بھی جلسے ہوں بھی منادی کیے گئے...... آج 18 دسمبر کو موہن پورہ میں جلسہ ہے؟..... (نہیں)..... کیوں؟ اس لئے کہ جو چیز بہ قید وقت ہو جیسے..... آج 18 دسمبر 1986 یا ایک ہی دفعہ کے لئے ہے..... دو دفعہ نہیں۔

اسی طرح 9 ذی الحج..... حجۃ الوداع کا وہ ایک ہی دفعہ واقع ہوا ہے..... دو دفعہ نہیں تو..... فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ..... اگر دو دفعہ بھی اترے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن..... اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ...... یہ جو آیت ہے اس میں وقت کی قید ہے یا نہیں؟ (ہے) اگر خدا تو تاریخ کو کہے کہ آج میں نے دین مکمل کیا..... اور پھر 18 کو کہے نہیں..... نہیں آج کیا۔ دونوں میں ایک بات جھوٹ ہوگی یا نہیں؟..... (ہوگی)..... وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا..... تو خدا سے زیادہ سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ تو ہمارا دین مکمل ہوا 9 کو..... ہم کہتے ہیں۔

حکمرانوں سے

وزارتوں سے

حکومتوں سے

9 سے مکر نہ لینا..... اور جو مکر لینے پہ آ گئے..... اگر مکر لینے پر جم گئے..... سمجھو ان کے خاتمے کا دن آ گیا کیوں؟ جس نے بھی 9 سے مکر لی وہ ختم ہو گیا۔

ہمارا مزاج درمیانہ ہے:

ہمارا اسلام کا جو مزاج ہے...... وہ ہے درمیان میں رہنا مثلاً...... اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ...... اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ اور سیدھی راہ کون سی ہے؟ وہ جس پر خدا کا انعام پائے ہوئے لوگ چلتے رہے...... وہ نبی ہوں یا صالحین امت وہ درمیان کے لوگ ہیں۔

ایک طرف ہیں

مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

ایک طرف ہیں

وَلَا الضَّآلِّيْنَ

ہم دونوں کے درمیان آئے تو ہماری پوزیشن کیا رہی؟ درمیانی...... تو اسلام کا مزاج ہے درمیانی چیز کو اپنانا...... سورۃ فاتحہ ہم پڑھتے ہیں...... دو دفعہ نازل ہوئی۔ ہم نمازوں میں پڑھتے ہیں تو سورۃ فاتحہ کی دعا آپ کو کیا بتاتی ہے؟

...... اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ...... ایک سیدھی راہ ہے...... اور غلط راہیں دو ہیں...... افراط اور تفریط کی۔

ایک کا نام...... مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

ایک کا نام...... وَلَا الضَّآلِّيْنَ

درمیان میں رہنا کوئی عیب ہے؟ (نہیں) یہ خوبی ہے...... اس لئے افراط و تفریط علماء کا شعار نہیں وہ درمیان میں ہیں...... اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ...... تو مسلمانوں کی حالت اور مقام کیا ہے؟ درمیان میں رہنا۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا...... ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا...... اور درمیانی امت کا کام بہترین ٹھہرایا...... لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا...... (البقرہ)

آپ اہلسنت و الجماعت ہیں یا نہیں؟......

(ہیں)..... اہلسنت والجماعت کہاں کھڑے ہیں؟

ایک طرف رافضی

ایک طرف خارجی

اہلسنت درمیان میں

اب اگر رافضیوں سے ہماری مخالفت ہو...... ہم خارجیوں کے ساتھ مل جائیں گے؟...... (نہیں)...... خارجیوں سے مخالفت ہو تو رافضیوں کے ساتھ مل جائیں گے؟...... (نہیں)...... تو مزاج پھر کیا ہوا؟...... (درمیانہ)..... تو اہلسنت والجماعت خود درمیان میں کھڑے ہیں۔

ایک طرف وہ

ایک طرف وہ

آیئے اب جبر و قدر کے معرکہ میں آ گئیں......

ایک طرف جبریہ

ایک طرف قدریہ

ہم پھر درمیان میں کھڑے ہیں...... ایک طرف جھمیہ ایک طرف مرجیہ ہم پھر درمیان میں کھڑے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے بڑی بحث کر کے کہا کہ اس امت کا مزاج ہے...... درمیان میں رہنا۔ جب انسان فقط سیاست کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے تو پھر وہ افراط و تفریط کا اس طرح شکار ہوتا ہے...... کہ کوئی بات صحیح بھی ہو لیکن آئی ہو مخالف کیمپ سے تو وہ اس کا انکار کرتا ہے...... اور کوئی بات کتنی غلط کیوں نہ ہو...... اگر اپنے گھر سے نکلی ہے تو اس کو Defend کرتا ہے......

اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

اسلام ایک صداقت ہے

اسلام ایک حقیقت ہے

وہ سبق دیتا ہے کہ تم اس کے مطابق چلو......

میں ایک بات پوچھتا ہوں کہ شریعت کہاں سے آئی؟...... (اوپر سے)...... اور اسمبلی کہاں سے بنی؟...... (نیچے سے)...... آپ نے ووٹ دیئے جو کامیاب ہوئے وہ اسمبلی بنی...... تو اسمبلی بنی نیچے سے اور شریعت آئی اوپر سے...... تو اب جو نیچے سے اٹھنے والے ہیں ان کو اس کی تشریح اور تصرف کا حق ہے؟...... (نہیں)...... اس میں تصرف کا حق نہیں کیوں؟ اس لئے کہ ان کی اصل ہے کہ یہ نیچے سے اٹھے اور اسمبلی میں پہنچے...... اور جو چیز آئی ہے اور زیر بحث ہے۔ وہ اوپر سے آئی...... اب جو چیز اوپر سے آئی اس کی تشریح کون کرے؟ اوپر سے آنے والا پیغمبر خدا کا انتخاب ہے...... بندوں کا انتخاب نہیں...... تو قرآن کی تعبیر و تشریح وہی ہوگی جو پیغمبر کے ہاں ہو...... کیوں؟ اسمبلی بنتی ہے نیچے سے اور پیغمبر کو علم ملتا ہے اوپر سے...... نبوت کیلئے ریاضت نہیں...... آپ نے یہ تو سنا ہوگا کہ انگریزی کے سکول آپ نے یہ سنا ہوگا کہ دینی مدارس کبھی نبوت کا مدرسہ بھی سنا ہے؟...... (نہیں)...... کہ کسی مدرسے میں نبوت کی مشق کرائی جاتی ہو؟...... (نہیں)

مقام نبوت اور مقام صحابیت عطائی ہے:

مقام نبوت عطائی ہے اور مقام صحابیت بھی عطائی ہے...... جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور ختم ہو رہا تھا...... تو مسلمان آپس میں بیٹھ کر کہا کرتے تھے کہ ساتھیو اب چند آنکھیں رہ گئیں...... جن آنکھوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ اترا تھا...... جب کوئی صحابی نہیں رہے گا پھر کوئی آنکھ ایسی نہیں ملے گی...... جس آنکھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوہ اترا ہو۔ تو میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نبوت

آسمانی درجہ

خدا کا چناؤ

اللہ تعالیٰ کا انتخاب

باقی چنے انتخاب وہ ذہن کے صحابیت عطائے ربانی ہے...... حضرت بلالؓ نے کون سا کام کیا تھا کہ اللہ نے اس کو اس وقت پیدا کیا...... اور امام ابوحنیفہؒ نے کیا کام نہیں کیا کہ ان کو خدا نے بعد میں پیدا کیا...... اس میں امام ابو حنیفہؒ کی کمزوری کا عمل دخل ہے؟ (نہیں) اور بلال کی محنت کا کوئی دخل ہے؟...... (نہیں)...... پس تو صحابہ کرامؓ...... کس کا چناؤ ہیں؟ ......(اللہ کا)

صحابہ کرامؓ انتخاب خداوندی ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں...... اختارھم اللّٰہ...... اللہ نے ان کو چنا...... لصحبتیہ...... اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں...... اِمْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی...... اور یہ بھی کہا...... اَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی وَکَانُوْٓا اَحَقَّ بِھَا وَاَھْلَھَا...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو صحابیت کا مقام ملا...... وہ صرف اس لئے ملا کہ اللہ نے ان کو اس دور میں پیدا کر دیا تھا...... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی نبوت کی آواز دے رہے تھے...... ان کا ایمان لانا بے شک ان کی اپنی محنت تھی...... انہیں صحابیؓ بنانا خدا کی نعمت تھی...... اگر انہیں صحابیؓ بنایا...... تو خدا نے بنایا...... کہ انہیں اس وقت پیدا کیا تو اب صحابیؓ ہونا صرف خدا کی نعمت ہے...... یہ اس کا انعام ہے اور اسی کا انتخاب ہے...... پھر تو ان پر تنقید جائز نہیں...... کیوں کہ یہ مقام ان کی محنت کا ثمرہ نہیں ہے۔

تنقید کا ایک معیار ہے کہ تنقید اسی چیز پر ہوگی...... جو انسانی محنت پر مبنی ہو...... حافظ ہے قرآن پڑھ رہا ہے...... میں کہتا ہوں کہ تم نے یہاں غلط پڑھا صحیح کرو...... وہ صحیح کرے گا۔ رمضان میں آپ نے دیکھا ہے کہ سامع لقمہ دیتا ہے...... تو وہ غلطیاں ٹھیک کرتا ہے یا نہیں؟...... (کرتا ہے)...... کیوں؟ اس لئے کہ حافظ ہونا انسانی محنت سے ہے...... تو صحابہ کرامؓ پر تنقید جائز ہے؟...... (نہیں)...... کیوں؟ صحابیت کا مقام اپنا کمایا ہوا نہیں...... مالک کی عطا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ فرمایا:

لوگو! میرے صحابہ کرامؓ کے بارے میں محتاط رہنا کیوں...... من احبھم جس نے میرے صحابہؓ سے پیار کیا...... وہ ان کے عملوں کی وجہ سے نہیں کیا...... ان کے علم کی وجہ سے نہیں کیا...... ان کی قربانیوں کی وجہ سے نہیں کیا۔

ان کی قربانیاں برحق
ان حضرات کا علم برحق
ان بزرگوں کا عمل برحق

لیکن...... من احبھم...... جس نے ان سے پیار کیا...... فبحبی احبھم...... تو صحابہ کرامؓ سے جو پیار ہے...... وہ میرے تعلق کی بناء پر ہے...... میری وجہ سے ہے...... اور جس نے ان سے بغض کیا وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ہے تو صحابہ کرامؓ سے بغض ان کے اپنے عمل پر نہیں اور ان کا پیار وہ بھی ان کے عمل پر نہیں...... صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ...... من احبھم...... کہ جس نے ان سے پیار کیا وہ میری وجہ سے کیا تو کیا اب صحابہ کرامؓ کی قربانیاں کسی شمار میں نہ آئیں گی؟ میں کہتا ہوں کیوں نہیں؟ ان سے ان کے درجات بنیں گے...... لیکن صحابیت کا درجہ ان کے کسی عمل کا نتیجہ نہیں...... یہ خدا کی ایک دین ہے جو انہیں مل گئی بیشک صحابہ کرامؓ میں......

علم بھی تھا
عمل بھی تھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہہ سکتے تھے...... جس نے ان سے پیار کیا ان کی قربانیوں اور محنتوں سے کیا...... لیکن آپ نے یہ نہیں کیا...... آپ نے فرمایا: جس نے ان سے پیار کیا...... وہ میری وجہ سے...... اور جس سے بغض رکھا وہ بھی میری وجہ سے۔

اسلام اور صحابہ کرامؓ:

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقام تھا...... اس لئے اللہ نے فرمایا...... اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ...... آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا...... جب اللہ نے دین صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا مکمل کر دیا...... اب کوئی شخص پوچھے اسلام کا معنی تو آپ یہ فقط کہیں دین صحابہ کرامؓ...... اس میں جھجکیں نہ...... اسلام کیا ہے؟ (دین صحابہ کرامؓ) یہ نہ کہیں کہ میں کہہ گیا ہوں...... آپ یہ کہیں قرآن نے کہا ہے...... اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ...... اللہ نے جب کہا تو قرآن میں کہا تو یہ فیصلہ قرآن کا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ ......(دین صحابہ کرامؓ)...... اب صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر...... دین کا کوئی اور معنی ہو سکے گا؟...... (نہیں)

اگر ہمارے ملک کی ساری طاقتیں مل جائیں اور کہیں کہ دین میں صحابہ کرامؓ کو نہیں آنے دینا تو یہ آپ سے ٹکراؤ نہیں قرآن سے ٹکراؤ ہے...... تو آپ کے پاس اس کا حل کیا ہے؟ اگر یہ لوگ کہیں کہ صحابہ کرامؓ والا دین آنے نہیں دینا...... آپ اس جواب میں یہی کہیں کہ اس ملک میں دین آئے گا...... تو صحابہ کرامؓ والا دین ہی آئے گا...... خدا نے اسے ہی ایک مکمل دین کہا ہے...... اگر وہ دین نہ آئے تو پھر جو دین بھی ہو گا...... اس کا نام اسلام کسی صورت میں نہ ہو سکے گا۔

ابھی پچھلے دنوں ایک مضمون آیا تھا...... غالباً یوسف گوراایہ کا کہ پاکستان بنا ہے...... علامہ اقبال کے تصور پر اور علامہ اقبال نے اسلام کی تشریح یہ کی ہے کہ "اجتہاد کا حق قومی اداروں کو دیا جائے"...... تو یہ بنا تھا اسلام کے نام پر...... یہ مضمون نوائے وقت میں آیا ہے...... دو قسطوں میں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ بانی پاکستان مسلم لیگ یا قائداعظم محمد علی جناحؒ...... انہوں نے جب کہا کہ پاکستان اسلام کے لئے بنا...... انہوں نے اقبال کا نام آگے کیا تھا...... یا مولانا شبیر احمد عثمانی" کو؟ مولانا شبیر احمد عثمانی" کو...... اس کا مطلب کیا؟ اس کا مطلب یہ تھا...... کہ میں بطور وکیل مسلم لیگ کی طرف سے یہ مقدمہ لڑ رہا ہوں...... کہ ملک تقسیم ہو جائے اور پاکستان بن جائے...... لیکن پاکستان میں اسلام کون سا ہوگا...... وہ جو علماء کہیں...... تو قائداعظمؒ نے علماء کو آگے کیا یا نہیں؟...... (کیا)...... اس کا معنی کیا تھا کہ پاکستان کے جو لوگ بانی ہیں...... انہوں نے شروع میں تسلیم کر لیا کہ اسلام وہ جس کو علماء اسلام کہیں۔

جب پاکستان بن گیا۔ تو لیاقت علی مرحومؒ نے تعلیمات اسلامی کا بورڈ بٹھایا کہ وہ اسلامی قانون مرتب

کر دیں۔ تو جو بورڈ بنایا اس میں......

علامہ سید سلیمان ندوی

مفتی محمد شفیعؒ مفتی اعظم پاکستان

جو دیوبند کے مفتی رہے تھے ان کو آگے کیا......

تو لیاقت علی نے بھی اس اصول کو مانا کہ اسلام وہی جس کو علماء اسلام کہیں۔ تو قائد اعظم تو کہے کہ اسلام وہی جس کو علماء اسلام کہیں...... اور لیاقت علی بھی کہے کہ اسلام وہی جس کو علماء اسلام کہیں۔ اور آج کی حکومت کہے کہ نہیں اسلام کی تشریح کا حق...... اسمبلی کو دیا جائے۔ ہم فیصلہ کریں گے یا موجودہ عدالتوں کو دیا جائے علماء ایک طرف ہو جائیں۔

میں کہتا ہوں کہ جو اس ملک کو بنانے والے تھے اور مسلم لیگ کے جھنڈے اٹھانے والے تھے...... ان کی سوچ غلط تھی یا ان کی سوچ غلط ہے؟...... (ان کی سوچ غلط ہے)...... ان کی سوچ کیا تھی؟ ان کی سوچ یہ تھی کہ ہندوستان کے مسلمان خطرے میں ہیں...... مسلمان اقلیت میں ہندو اکثریت میں تو مسلمان ہندوستان میں خطرے میں ہیں...... مسلمانوں کو خطرے سے نکالا جائے...... وہاں مسلمانوں کو خطرہ تھا...... ہمارے ملک میں مسلمانوں کو خطرہ نہیں...... لیکن اسلام کو خطرہ ہے۔

ہندوستان میں انگریز کے وقت میں قرآن کی تفسیر عالم کرتا تھا...... حدیث کی تشریح عالم کرتا تھا جو مسلمان اسلام پر عمل کرتا تھا...... وہ عالموں سے پوچھا کرتا تھا...... اسلام کا حلیہ بگاڑا نہیں گیا...... لیکن

پاکستان میں اگر اسلام کی تشریح کا حق

وکیلوں کو اور

مجسٹریٹوں کو

دیا جائے صورت حال یہ بنے گی...... تو وہاں مسلمانوں کو خطرہ تھا...... یہاں اسلام کو خطرہ ہے...... سو ان حکمرانوں کی عافیت اس میں ہے...... کہ اگر یہ اسلام لا نہیں سکتے...... چلا نہیں سکتے...... تو اس کا حلیہ بگاڑنے کی زحمت نہ کریں۔ حکومت چھوڑ دیں۔

مسلمان اپنے اوپر ظلم برداشت کر سکتا ہے...... لیکن اسلام پر ظلم برداشت نہیں کر سکے گا...... وہاں خطرہ کیا تھا۔ (مسلمانوں کو) یہ چھوٹی مصیبت تھی اور اسلام کو خطرہ ہے...... تو یہ بڑی مصیبت ہے۔

حکمران دین کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں:

یاد رکھیں! اگر ان لوگوں نے من مانی کارروائی سے اسلام کی تشریح خود کی...... اسلام کا حلیہ بگاڑا پھر وہ وقت دور نہیں کہ علماء قوم کے سامنے آئیں...... اور انہیں بتائیں کہ اس وقت جہاد ضروری ہو گیا ہے۔

اللہ نے حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنایا...... سب نے حضرت آدمؑ کی خلافت تسلیم کر لی...... لیکن ابلیس نے کہا ﴿ انا خیر منه ﴾ ...... میں اس سے بہتر ہوں...... میں اس کو سجدہ کیوں کروں؟ تو اس نے مسئلہ بنایا تھا...... انا...... کا ہم بھی کہتے ہیں کہ مسلم لیگ شریعت بل کے مسئلے کو...... انا...... کا مسئلہ نہ بنائے...... انا...... کا مسئلہ کس نے بنایا؟...... (ابلیس نے)...... پھر خدا نے کیا کہا؟ خدا نے کہا...... ﴿ فاهبط ﴾ ...... اتر آ' اب نیچے اتر جا...... یہیں سے اس محاورے کی ابتداء ہوئی کہ...... انا...... کا جوش کس طرح ہوش تباہ کر دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جو...... انا...... کا مسئلہ بنائے...... پھر کہا جاتا ہے کہ اب کرسی سے اتر آؤ...... جونیجو صاحب اس کو...... انا...... کا مسئلہ نہ بناؤ...... اگر انا...... کا مسئلہ بناؤ گے...... پھر آواز سنو گے...... اب اتر آؤ تمہارا وقت پورا ہو گیا ہے...... جس نے بھی انا...... کا مسئلہ بنایا...... خدا نے پھر اسے نیچے اتارا۔ اور یہ قوم بھی تو خدا کی نام لیوا ہے...... اب اگر کوئی انا...... کا مسئلہ بنائے گا یہ قوم بھی اسے کہے گی اترو...... اترو...... اترو...... آوازِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔

یہ ملک پاکستان اسلام کے نام پر بن چکا ہے...... اب ان لوگوں کے لئے یہ بات مصیبت بنی ہوئی ہے...... کہ ملک تو اسلام کے نام پر بنا...... اب اس کو اسلام کے نام پر کیسے چلائیں اور یہ خود اس کے ساتھ نہیں چلیں گے...... کبھی کوئی اعتراض...... کبھی کوئی اعتراض...... ملک میں یہ اسمبلی کس کے ماتحت ہے؟...... (عوام کے)...... ممبروں کو کن لوگوں نے چنا؟...... (عوام نے)...... آپ نے اپنے نمائندے بنا کر ان کو بھیجا اگر یہ آپ کی نمائندگی نہ کریں اور آپ بار بار کہیں...... ہماری نمائندگی کرو۔

ہماری تمنا یہ ہے

ہماری مراد یہ ہے

ہمارا مطالبہ یہ ہے

اور اگر یہ آپ کی تمناؤں کے مطابق نہ چلیں...... تو کیا یہ آپ کے نمائندے ہوئے؟...... (ہرگز نہیں)

قرآن وسنت کی تشریح علماء کا کام ہے:

ہم بار بار اپنی بات کہیں اور یہ نہ سنیں...... پھر کیا علاج ہے؟ پھر یہ ہے کہ ہم اپنے اختیارات کو استعمال کریں...... اور آئندہ ان کو تکلیف نہ دیں...... آئندہ ان کو نہ چنیں...... اگر آپ نے کہا کہ آئندہ ان کو نہیں چننے...... لیکن ابھی آپ یہاں بیٹھے رہیں...... اس دوران میں فیصلہ تو کر لیں...... کہ ان کو آئندہ نہیں چننے...... تو کیا صرف فیصلے سے انقلاب آئے گا...... ملک میں؟...... (نہیں)...... اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ جو لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن اور سنت کی تشریح کا حق علماء کو ہے...... اسلام کے ترجمان یہی ہیں...... ورثۃ الانبیاء...... یہی ہیں۔ وہ اپنی صفوں میں قوت پیدا کریں اور تنظیم پیدا کریں...... اور آئندہ انتخاب آنے سے پہلے پہلے اپنی صفیں اتنی مضبوط کر لیں...... سیسہ پلائی دیوار کی طرح ہو جائیں...... پھر جو لوگ نہ چڑھاتے ہیں...... باتیں بناتے ہیں...... آپ کے دروازے پر آئیں گے...... دنیا طاقت کے آگے جھکتی ہے...... طاقت کے بغیر نہیں...... اپنے اندر طاقت پیدا کریں۔

جب آپ کسی کو بھی دین کی دعوت دیں تو صحابہ کرامؓ کے نام سے دستبردار نہیں ہونا...... جن کو آگے لانا ہے...... چننا ہے اسلام کے کسی کام کے لئے تو یہ کہہ کر کہ اسلام سے مراد ہے...... دین صحابہ کرامؓ...... ﴿ الیوم اکملت لکم دینکم ﴾ ...... میں انہی کے دین کو کامل ٹھہرایا گیا تو دین سے مراد ہے دین صحابہ کرامؓ...... ہم اسی کو لے کر آگے چلے ہیں...... تو اپنی صفوں میں آپ نے انہی کے نام سے مضبوطی پیدا کرنی ہے...... ہر آدمی اپنا فریضہ کہاں تک ادا کرے گا جہاں تک اس کی ہمت ہو۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆............☆............☆............☆

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

خالد محمود فاروقی
آف بھیں، چکوال

نام:

آپ کا نام حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تھا۔ آپ کا قد مبارک لمبا ہوا دراز اور جسم بھاری تھا۔ آپ بلند اوصاف، جلیل القدر، شریف الطبع نہایت پاکیزہ رحمدل اور سخی سیدہ تھیں کہ جن کو ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد امہات المومنین کی فہرست میں شامل ہونیکا شرف حاصل ہوا۔

نسب:

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام زمعہ القرشیہ العامریہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبدالشمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ آپ کا تعلق قریش کے ایک معزز خاندان عامر بن لوی سے تھا۔ آپ کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا جن کا تعلق مدینہ منورہ کے مشہور قبیلے بنی النجار سے تھا۔ جو قبیلہ خزرج کی شاخ ہے۔ حضرت سودہ کے نانا ''قیس'' حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم کی بیوی سلمہ کے بھائی تھے۔ اسی طرح حضرت رسول پاک کے دادا جناب عبدالمطلب کے اور حضرت سودہ کے ننھیال ایک ہی بنتے ہیں۔

قبول اسلام:

اللہ تعالیٰ نے جب سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام بندوں کی طرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا رسول بنا کر بھیجا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ وحدہٗ لاشریک کے حکم سے قوم کی بت پرستی اور جاہلیت والی زندگی چھوڑ کر اللہ وحدہٗ لاشریک کی پرستش اور اسی کی فرمانبرداری والی زندگی کی دعوت کا کام شروع کیا تو پوری قوم آپ کی دشمن ہو گئی لیکن حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے ساتھ ہی سلیم الفطرت اور حق شناس لوگوں نے ابتدائی دور ہی میں محبوب خدا کے گرد جمع ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہونا شروع کر دیا۔ انہی میں حضرت سودہ بنت زمعہ بھی تھیں۔ جن کا دل پہلے سے ہی نورانی شعاعوں کا متلاشی تھا۔ آپ اوائل بعثت میں ہی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں اور بصد ادب و نیاز عرض کی اے اللہ کے رسول! مجھے بھی اپنے غلاموں اور کنیزوں کی صف میں شامل فرما لیں اور پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لے لی۔ ام المومنین حضرت سودہ کا شمار ان مبارک و مسعود ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں تمام تر مصائب کے باوجود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی وحدانیت کو حرز جان بناتے ہوئے حق کا بول بالا کیا اور اپنے قول و فعل سے تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی۔ آپ قبیلہ عامر بن لوی کی پہلی خاتون تھیں جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی شادی اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوئی وہ قریش مکہ کے ساتھ تھے۔ حضرت سودہ نے مصلحت اس میں بھی کہ وہ اپنے اسلام کو ظاہر نہ کریں۔ جس وقت وہ مناسب سمجھتیں تو اپنے شوہر سکران کے سامنے ایسی باتیں کرتیں جن سے ان کا دل بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ سبحانہٗ کی توفیق سے ان کے شوہر سکران نے بھی کچھ مدت بعد اسلام قبول کر لیا اور پھر دونوں میاں بیوی نے اپنے ایمان اور اسلام کا اعلانیہ اظہار بھی کر دیا۔ حضرت سودہ نے اپنے میکے اور سسرال میں تبلیغ اسلام کرنا شروع کر دی۔ اس کا ان کے خاندان والوں پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ لہٰذا ان کی مساعی جمیلہ سے خاندان کے کئی فرد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان کے اسماء مبارک یہ ہیں۔

(1)..... حضرت سکران بن عمرو (شوہر)

(2)..... حضرت عبداللہ بن سہیل بن عمرو۔ (دیور کے بیٹے)

(3)..... حضرت ابو طالب بن عمرو (دیور)

(4)..... حضرت سلیط بن عمرو (دیور)

(5)..... حضرت فاطمہ بنت علقمہ (دیورانی اور حضرت سلیط کی اہلیہ)

(6)..... حضرت ابو سبرہ بن ابی رہم (رسول پاک کی پھوپھی برہ کے صاحبزادے)

(7)..... آپ کے حقیقی بھائی مالک بن زمعہ قدیم الاسلام اور مہاجر حبشہ ہیں۔

(8)..... حضرت عمیرہ بنت السعدی (حضرت مالک بن زمعہ کی اہلیہ محترمہ)

ہجرت حبشہ:

مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے کی وجہ سے ان پر کفار و مشرکین کی سختیوں اور اذیتوں کے نت نئے دروازے کھلتے رہے۔ مظلوم مسلمان کفار کی سختیاں سہتے سہتے عاجز آ گئے تھے نہ کفار کے خوف سے کہیں چل سکتے تھے اور نہ عبادت کر سکتے تھے اس لئے ان کو ایسی جائے پناہ کی تلاش تھی جہاں وہ کچھ اطمینان و سکون حاصل کر سکیں۔ اس لئے حضور رحمۃ اللعالمین نے ارشاد فرمایا:

تم لوگ فی الحال حبشہ ہجرت کر جاؤ وہاں کا بادشاہ رحمدل اور منصف مزاج ہے وہ تم کو آرام سے رکھے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پاتے ہی مسلمان ایک خاص تعداد میں ہجرت کے لئے آمادہ ہو گئے اور 11 مردوں اور 4 خواتین کے مصیبت زدہ قافلے نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں حبشہ کی طرف ہجرت کی لیکن اس قافلہ میں حضرت سودہ اور آپ کے شوہر حضرت سکران شامل نہیں ہوئے وہ بدستور کفار مکہ کی سختیاں برداشت کرتے رہے۔ مگر انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور حضرت سودہ بدستور تبلیغ حق ایسی معروف رہیں اندریں حالات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک بار پھر حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی

اجازت دی اور اس ہجرت میں 83 مرد اور 20 عورتیں شامل ہوگئیں یوں 103 مہاجرین پر مشتمل یہ قافلہ حبشہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس قافلہ میں ام المؤمنین حضرت سودہ ان کے شوہر حضرت سکران اور آپ کا بیٹا حضرت عبدالرحمٰن شامل تھے۔ اس کے علاوہ قبیلے کی تمام تر مخالفت کے باوجود حضرت سیدہ سودہ کے ساتھ قریبی اقربا نے بھی آپ کے ساتھ ہجرت حبشہ کی اور وہاں وطن سے دور حبشہ میں مسلمان بڑے سکون و آرام کی زندگی بسر کرتے رہے۔ وہاں اذیت ناک ماحول نہیں تھا کہ جہاں سانس لینا بھی دشوار ہو۔ حضرت سودہ اور ان کا شوہر حضرت سکران عرصہ دراز تک حبشہ میں اطمینان سے زندگی گزارتے رہے لیکن اکثر و بیشتر انہیں مکہ کی گلی کوچے یاد آتے تھے جہاں انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ گزارہ تھا۔ سب سے زیادہ دکھ اور قلق حضرت سیدہ سودہ کو تھا کہ وہ حضرت رسول پاک کی زیارت سے محروم تھیں۔

چنانچہ حضرت سودہ اور آپ کا شوہر حضرت سکران اور ان کے خاندان والے اسلامی ماحول میں امن سے زندگی بسر کرنے کے لئے مکہ مکرمہ واپس آ گئے۔

روایات کے مطابق حبشہ سے واپسی سے کچھ روز بعد آپ کے شوہر سکران انتقال فرما گئے۔ حضرت سکران سے آپ کا ایک بیٹا تھا جن کا نام عبدالرحمٰن تھا انہوں نے جنگ جلولاء (ایران) میں شہادت پائی۔ حضرت سودہ بیوہ ہو کر کچھ عرصہ والد کے گھر رہیں۔

حضور رحمۃ اللعالمین (ﷺ) سے نکاح:

ہجرت مدینہ سے تین سال قبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اطہر حضرت خدیجہ کا انتقال ہو گیا تھا اور گھر میں دو چھوٹی بچیاں حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ تھیں جن کی دیکھ بھال کرنے والا گھر میں کوئی نہ تھا۔ سرور کونین اکثر نہایت غمگین اور پریشان رہتے تھے اور بن ماں کے بچوں کو دیکھ دیکھ کر آپ کی طبیعت افسردہ رہتی تھی۔ حضور پاک کی اس حالت کو دیکھ کر آپ کے جانثار صحابی حضرت عثمان بن مظعون نے اپنی اہلیہ حضرت خولہ بنت حکیم سے دریافت کیا کہ "تمہاری نظر میں کوئی ایسی خاتون ہے جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی بچیوں کی بہتر طور پر دیکھ بھال کر سکے اور حضور نبی کریم کے آرام و راحت کا بھی دل و جان سے دھیان رکھے تو وہ بولیں کہ "سودہ بنت زمعہ" جو ہے۔ پھر حضرت خولہ بنت حکیم نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد میں ہمیشہ آپ کو اداس دیکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ گھر کا انتظام اور بچوں کی تربیت حضرت خدیجہ کے سپرد تھی۔ حضرت خولہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو یقیناً آپ کو ایک رفیقہ حیات کی ضرورت ہے جو سمجھدار اور سلیقہ شعار ہونے کے ساتھ ساتھ عالی حوصلہ و فہمیدہ بھی ہو۔ بچیوں کی تربیت اچھی طرح کر سکے اور آپ کے راحت و آرام کا بھی خیال رکھ سکے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " تم ٹھیک کہتی ہو ایک عورت ہی ایسے معاملات کو بطریق احسن سرانجام دے سکتی ہے۔ حضرت خولہ نے کہا " اگر اجازت ہو تو اس معاملے میں پیش رفت کروں۔

حضرت رسول پاک نے دریافت فرمایا کون ہے وہ؟ حضرت خولہ نے عرض کیا سودہ بنت زمعہ سے بہتر اور فی الحال کوئی نہیں ہو سکتی۔ عالی نسب بھی ہے اور عالی حوصلہ بھی۔ ترویج دین کے سلسلہ میں بھی ان کی جدوجہد آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے اپنے خاندان اور قبیلے کے اندر لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام ہونے پر آمادہ و تیار کیا۔ مزید کہا کہ اگر اجازت ہو تو آپ کے نکاح ثانی کے لئے پیغام دوں۔ آپ نے فرمایا ہاں! آپ کے ایما پر وہ حضرت سودہ کے پاس گئیں اور فرمایا کہ سودہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر خیر و برکت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

انہوں نے کہا وہ کیسے؟ سیدہ خولہ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں ان کی طرف سے شادی کا پیغام دوں۔ حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا کہ مجھے قبول ہے اور آپ میرے والد سے بات کریں۔ حضرت خولہ نے حضرت سودہ کے والد کے پاس جا کر بات کی تو انہوں نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے معزز ہیں لیکن تیری سہیلی کیا کہتی ہیں؟ میں نے کہا وہ اس رشتے کو پسند کرتی ہیں...... یوں نسبت طے پا گئی۔ رمضان 10 نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ہمراہ زمعہ بنت قیس کے گھر تشریف لے گئے۔ نکاح کی تقریب میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی مالک بن زمعہ بھی موجود تھے۔ زمعہ بن قیس نے اپنی لخت جگر کا حضور رحمۃ اللعالمین سے خود نکاح پڑھایا اور حق مہر 400 درہم مقرر ہوا۔ اس وقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 50 سال تھی اور حضرت سودہ کی عمر بھی 50 سال تھی۔

چنانچہ نکاح کے بعد حضرت سودہ باپ کے گھر سے رخصت ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم پاک میں شامل ہو گئیں اور ام المؤمنین کے خطاب سے نوازی گئیں۔ ازواج مطہرات میں یہ فضیلت صرف حضرت سیدہ سودہ کو حاصل ہوئی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں۔ آپ تقریباً تین سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم پاک میں اکیلی رہیں بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبہ و طاہرہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے نکاح کر لیا۔

ہجرت مدینہ:

ام المؤمنین حضرت سیدہ سودہ سے نکاح کے بعد حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر کی طرف سے اطمینان ہوا تو یکسو ہو کر تبلیغ اسلام میں مشغول ہو گئے۔ تبلیغ اسلام میں اضافے کے ساتھ ساتھ مشرکین کفار مکہ نے سید الانبیاء پر ایذا رسانیوں میں اضافہ کر دیا مگر آپ اللہ وحدہ لاشریک کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے رہے اور تمام تکلیفیں خندہ پیشانی اور صبر و تحمل سے برداشت کرتے رہے۔

نبوت کے تیرھویں سال اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں ہجرت فرمائی کیونکہ ہجرت خفیہ طور پر اختیار کی گئی تھی اور ان حالات میں ممکن نہ تھا کہ آپ اپنی زوجہ محترمہ سیدہ سودہ اور دو بچیوں حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ کو ساتھ لے جاتے۔ لہٰذا ان کو مکہ میں ہی رہنے دیا۔ حضرت سیدہ سودہ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ ہجرت کر جانے کے بعد سات ماہ تک حضرت سیدہ ام کلثوم اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی سرپرستی و دیکھ بھال اور حفاظت

کی ذمہ داری نہایت محبت اور شفقت سے سرانجام دی۔ ان سات ماہ میں حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر مکمل کروائی اور اس کے ساتھ دو حجرے بھی بنوانے شروع کر دیئے ایک سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے اور دوسرا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے ــــ جن کا نکاح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو ہو چکا تھا لیکن ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

طبقات میں ہے کہ حضرت سیدہ سودہ کے حجرہ مبارک کی چار دیواری کچی اور چھت کھجور کی شاخوں کی تھی۔ اس کی 15 فٹ لمبائی اور 10 فٹ چوڑائی تھی۔ اونچائی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہوتا اپنے ہاتھ سے چھت کو چھو سکتا تھا۔ ایک ہجری رمضان المبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ معظمہ بھیجا تاکہ وہ ان کے اہل بیت اور اپنے اہل و عیال کو بھی لے آئیں۔ یہ پانچ سو درہم حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لئے تھے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں جانثار صحابی مکہ مکرمہ پہنچے اور ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن اریقط جن کو خلیفہ اول حضرت ابوبکر نے دو یا تین اونٹ دے کر بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ کو پیغام بھیجا کہ میرے بیوی بچوں کو سوار کر کے مدینہ منورہ لے آئیں۔ یہ تینوں صحابی ایک چھوٹا سا قافلہ جن میں ام المومنین حضرت سیدہ سودہؓ حضرت سیدہ ام کلثومؓ بنت رسول کریم۔ حضرت سیدہ فاطمہ بنت حضرت رسول کریم۔ حضرت ام ایمن حضرت ایمن بن زید بن حارثہ۔ حضرت اسامہ بن زید، حضرت ام رومان (زوجہ محترمہ حضرت ابوبکر صدیق) حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق، حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق۔ حضرت سیدہ طیبہ و طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر مشتمل تھا۔ ان سب کو لے کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور مسجد نبوی کے ساتھ مشرق کی جانب حجرہ مکمل ہونے پر سیدہ سودہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر اپنے گھر منتقل ہو گئیں۔

مدینہ منورہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گھر مسلمانوں کے لئے مرکز عقیدت اور فیض و ہدایت کا منبع بن گیا جہاں سے رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹتے رہے۔

حضرت سیدہ سودہؓ کے فضائل و مناقب:

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آ گئیں۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلے حبشہ کی طرف اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف۔ اس لئے آپ کو صاحبۃ الہجرتین کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے دیگر اوصاف کے علاوہ سخاوت اور فیاضی میں بھی ممتاز تھیں۔ درہم ان کے ہاں نہیں ٹھہرتے تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دنیا سے بے رغبتی اور سخاوت کا شاندار انداز اپناتے ہوئے جلد خرچ دیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سودہ کی خدمت میں درہموں سے بھری تھیلی بھیجی۔ انہوں نے لانے والے سے پوچھا کیا تھیلی میں کھجوریں ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ یہ درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا کھجوریں ہوتیں تو کھانے کے کام آتیں یہ کہہ کر تھیلی لے لی اور اس میں بھرے ہوئے سب درہم ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا کہ حضرت سودہ دستکاری اور طائف سے آئی ہوئی کھالیں بنایا کرتی تھیں اور اس سے جو آمدن ہوتی نہایت آزادی کے ساتھ فقراء و مساکین اور نیک کاموں میں خرچ کر دیتی تھیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات لوگوں کے ہجوم سے پہلے وہاں سے روانگی کی اجازت دی۔

صحیح بخاری میں منقول ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سودہ نے حضرت رسول کریم سے مزدلفہ کی رات جلد چلے جانے کی اجازت مانگی کیونکہ وہ بھاری جسم رکھتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ (بخاری شریف)

ام المومنین سیدہ سودہؓ اطاعت فرمانبرداری میں بھی بہت ممتاز تھیں۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ اس دفعہ تو ہو آ ئندہ گھروں میں ہی رہنا۔

چنانچہ سیدہ سودہ نے اس حکم پر سختی سے عمل کیا کہ پھر کبھی حج کے لئے بھی نہ نکلیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے حج اور عمرہ کیا جیسا کہ میرے اللہ نے حکم دیا۔ اب میں گھر بیٹھوں گی۔ ام المومنین حضرت سیدہ سودہ کو قدرت کی طرف سے پاکیزہ ظرافت ودیعت تھی اور اکثر حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں سے ہنسا دیتی تھیں۔ ایک بار آپ نے حضرت رسول اکرم سے کہا "کل رات کو میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ اتنی دیر تک رکوع میں رہے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری نکسیر نہ پھوٹ جائے اور خون نہ بہنے لگے۔ اس لئے میں نے اپنی ناک پکڑی رکھی۔ آپ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا خاندان کی ان خواتین میں سے ایک تھیں جنہوں نے احادیث نبوی کو زبانی یاد کیا اور انہیں روایت کر کے لوگوں تک پہنچایا۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پانچ احادیث روایت فرمائیں جن میں سے ایک صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ جسے امام بخاری نے امام شعبی سے اور انہوں نے عکرمہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عباس سے اور انہوں نے حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سودہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ہماری بکری فوت ہو گئی تو ہم نے اس کا چمڑا رنگ لیا ــــ پھر ہم اس میں نبیذ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ چمڑا پرانا ہو گیا۔

اس حدیث کے علاوہ دیگر چار حدیثیں دوسری کتب سنن اربعہ میں درج ہیں۔ آپ سے روایتیں نقل کرنے والوں میں صحابہ کرام میں سے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور تابعین میں سے یحییٰ بن عبداللہ انصاری ہیں۔

﴿بقیہ صفحہ 16 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پیکر استقامت
صحابی رسول

سیدنا عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ

حافظ عاطف بابر
جامعہ [illegible] فیصل آباد

عزیمت واستقلال کے پیکر:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت' دین کی تبلیغ اور سربلندی کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں اللہ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے حصول کے لئے انہوں نے صبر وتحمل بردباری' قربانی وایثار' عزیمت واستقلال کے ایسے شاندار مظاہرے کئے جو رہتی دنیا تک زندہ وتابندہ رہیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین مبین پر کامل یقین اور پختہ ایمان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ کفر کے اندھیروں سے نکل کر ایمان کے اجالوں میں آئے' گمراہیوں سے نکل کر صراط مستقیم پر چلے تو انہوں نے راہ خدا اور پناہ مصطفےٰ میں تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ دین کی ترقی وترویج کے لئے جانثاری وفدا کاری کے معرکوں کو سر کرنے کی لمبی فہرست ہے آج حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کروں گا تاکہ ہمارے قلوب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت سے لبریز ہو جائیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان پرور کردار کی یاد تازہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ:

حضرت عبداللہ ذوالبجادین ابھی شیر خواری کی منزل میں تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بچپن سے جوانی تک چچا نے کفالت کے فرائض اس طرح سرانجام دیئے کہ انہیں باپ کی شفقت کی کمی محسوس نہ ہونے دی..... یہاں تک کہ اونٹ' بکریاں' غلام' سازو سامان' گھربار اور ضروریات زندگی دے کر بے نیاز کر دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم منصب رسالت پر فائز ہوئے تو توحید کی صدائیں عرب کے ریگ زاروں میں گونجنے لگیں۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے شفاف لوح قلب پر توحید ورسالت کی کرنیں پڑیں تو دل ودماغ دین مبین کی صداقت سے چمک اٹھا۔ آستانہ مہرووفا کی قدم بوسی کے لئے قلب ذوالبجادین بیتاب رہا۔ مگر چچا کے خوف سے اٹھتے قدم پھر پیچھے ہٹا لیتے۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا اور عرب کے نخلستانوں میں اسلام ابر رحمت بن کر چھا گیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے واپس لوٹے ذوالبجادین کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا..... خیال تھا کہ چچا کا دل بھی نور اسلام سے منور ہو جائے گا۔ چچا نے ذوالبجادین کے قبول اسلام کا لفظ ان کے لبوں سے سنا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ بھتیجے کو کہا کہ اگر ایسی جرأت کی تو نہ صرف دیا ہوا مال واپس لے لوں گا بلکہ تمہارے جسم سے کرتہ اور کمر سے تہبند تک چھین لوں گا۔

دین کے حوالے کا جذبہ دیکھیں ایک لمحہ کی تاخیر کے بغیر اپنے چچا سے کہا ایمان کی خاطر زرومال' گھربار سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں لیکن اسلام کی دولت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ کے زرومال اور دھن دولت آپ کو مبارک! کملی والے کی غلامی مجھے مبارک! ذوالبجادین رضی اللہ عنہ نے چچا کی دھمکی کے جواب میں اپنے جوتے' کرتا اور تہبند اتار کر چچا کے حوالے کر دیا۔ حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ چچا کے گھر سے اس طرح نکلے کہ نام خدا کے سوا کوئی چیز ساتھ نہ تھی۔ اسی حالت میں اپنی ماں کے گھر میں داخل ہوئے' ماں نے بیٹے کو مادر زاد ننگا دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور پوچھا میرے لخت جگر تجھے کیا ہو گیا؟ فرمایا ماں اب میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں۔ سبحان اللہ یہ مومن کی عملی تصویر ہے کہ یہ دنیا کو اپنی ٹھوکر پہ رکھتا ہے۔ پروردگار عالم ایسے انداز خسروانہ سے نوازتے ہیں کہ وہ مال ومتاع' منصب وامارت اور جائیداد کو پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔

یہی حال ذوالبجادین کا تھا جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں اس حد تک بڑھ گیا کہ اونٹ' گھوڑے' بھیڑیں' بکریاں' سامان ومکان اور زندگی کی تمام آسائشوں کے علاوہ اپنے جسم کے کپڑے تک اس کی راہ میں قربان کر دیئے۔ ماں نے کہا بیٹا کیا ارادہ ہے؟ فرمایا آستانہ شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جانا چاہتا ہوں' صرف ستر پوشی کے لئے کپڑا چاہتا ہوں' ماں نے کمبل دیا حضرت ذوالبجادین نے اس کے دو ٹکڑے کئے ایک اوپر لیا دوسرا نیچے باندھا۔ اس طرح اللہ کا موحد بزم رسالت سے فیض یاب ہونے کے لئے گھر سے مدینہ کی طرف نکل پڑا۔ دین حق کا متوالا حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ گرد وغبار سے اٹا ہوا مسجد نبوی پہنچا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ طیبہ سے باہر تشریف لائے تو سامنے عشق ومستی کی منزلیں طے کرنے والا دیوانہ کھڑا تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون؟ فرمایا مسافر ہوں دیدار کا متمنی تجلی کے جلووں کا طالب جناب رسالت مآب نے حالات سنے تو رخسار نبوت پر آنسو بہہ نکلے فرمایا! میرے اس چاہنے والوں کو اصحاب صفہ میں شامل کر دو۔ دربار نبوت میں اللہ کا یہ موحد بندہ بڑے جذبے اور جوش سے قرآن مجید پڑھتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے سنا تو دربار رسالت میں شکایت کی کہ نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ آقا ومولا نے فرمایا عمر فاروق کچھ نہ کہو اسے چھوڑ دو کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ آیا ہے۔

جذبہ شہادت:

حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ایک جہاد میں شریک تھے۔ لشکر اسلام کے مجاہد درختوں کے پتے کھا کر گزارا کرتے تھے۔ جذبہ شوق شہادت سے سرشار

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ بھی اسی قافلہ جہاد میں شریک تھے۔

ایک روز آقائے کے دربار میں حاضر ہوئے عرض کیا آقا دعا کریں راہ حق میں میرا جسم کام آ جائے مجھے شہادت کی موت نصیب ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذوالبجادین سامنے درخت سے چھالا اتار لاؤ۔ آپ خوشی خوشی درخت کا چھالا اتار لائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھالا لیا اور ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں سے باندھتے ہوئے فرمایا "میرے مولا میں کفار پر ذوالبجادین کا خون حرام کرتا ہوں"

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی سن کر پریشان ہو گئے۔ عرض کی! اے اللہ کے نبی میں تو شہادت کا آرزو مند تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تم راہ خدا میں نکل پڑے ہو اب اگر بخار سے بھی مر جاؤ تو تم شہید ہو"

ہمارا ایمان ہے ساری کائنات جھوٹی ہو سکتی ہے نبی کی زبان سے نکلی ہوئی بات غلط نہیں ہو سکتی۔

ایک منزل پر پہنچے تو حضرت عبداللہ کو تیز بخار آ گیا۔ دوسری منزل پر پہنچے تو یہی بخار پیغام شہادت بن گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے یہ سب سے پہلے خوش نصیب صحابی ہیں سرتاج الانبیاء جن کی قبر میں خود اترے۔ رات کو تدفین ہوئی۔ موذن اسلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چراغ تھا میت لحد میں اتارنے والے حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر سے کہہ رہے تھے ادنیا الی اخیکما "اپنے بھائی کو ادب سے لحد میں اتارو"

جب میت لحد میں اتار دی گئی تو شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا........ ذوالبجادین کی قبر کی اینٹیں میں خود لگاؤں گا۔ تدفین مکمل ہوئی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور فرمایا الٰہی......

"میں آج شام تک مرنے والے سے راضی تھا تو بھی اس سے راضی ہو جا"

صحابہ کرام نے حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جذبات دیکھے تو اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ کاش! یہ قبر ہماری ہوتی اور دعائے مغفرت کے لئے ہاتھ نبی کے ہوتے۔

☆..........☆..........☆

﴿بقیہ: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا﴾

وفات:

ام المومنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک خاتم النبیین کے اپنے پروردگار اللہ وحدہ لا شریک کے پاس تشریف لے جانے کے وقت 64 سال تھی اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت قریب 16 سال رہا میسر رہا۔ ام المومنین سیدہ سودہ نے خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں 19 ہجری کو 72 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔

وصیت:

وصال سے قبل آپ نے اپنے گھر کے متعلق وصیت فرمائی تھی:

"میرے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد میرا گھر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا جائے"

وصال کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے ارشاد فرمایا "مومنوں کی اس مقدس ماں کا جنازہ رات کو اٹھاؤ۔ ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کی قبر مبارک مرجع خلائق ہے۔

﴿مبارکباد﴾

لمبیدوالی تحصیل پنڈی گھیپ کے قاری کرم الٰہی عثمانی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے ہیں۔

ان کی شادی پر حافظ نصیر بلوچ' قاری نسیم' رضوان احمد' محمد اعجاز اعوان نے قاری کرم الٰہی عثمانی کو مبارکباد اور دعاؤں کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔

چند نصائح

- ......آنا چاہتے ہو تو غریبوں کی مدد کو آؤ۔
- ......جانا چاہتے ہو تو متبرک مقامات کی زیارت کو جاؤ۔
- ......پینا چاہتے ہو تو غیض اور غصہ پیو۔
- ......لینا چاہتے ہو تو والدین اور بزرگوں کی دعائیں لو۔
- ......دینا چاہتے ہو تو خدا کے راستے پر دو۔
- ......رونا چاہتے ہو تو برے اعمال پر روؤ۔
- ......بیٹھنا چاہتے ہو تو شریف اور نیک لوگوں کی محفل میں بیٹھو۔
- ......بولنا چاہتے ہو تو اچھے کلمات بولو۔
- ......جینا چاہتے ہو تو غازی بن کر جیو۔
- ......مرنا چاہتے ہو تو شہیدوں کی موت مرو۔
- ......بچانا چاہتے ہو تو اپنی عزت کو بچاؤ۔
- ......لڑنا چاہتے ہو تو ملک' قوم کی خاطر لڑو۔
- ......مارنا چاہتے ہو تو اپنے نفس کو مارو۔
- ......کرنا چاہتے ہو تو خدمت خلق کرو۔
- ......مانگنا چاہتے ہو تو صرف خدا سے مانگو۔
- ......سب سے کمزور وہ آدمی ہے جو اپنے بھید کو نہ چھپا سکے۔
- ......دنیا کا کڑواپن آخرت کی مٹھاس ہے۔
- ......سب سے زیادہ خوبصورت چیز اچھا اخلاق ہے۔
- ......موت کی حرص رکھ تجھے زندگی بخشی جائے گی۔
- ......نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت پکڑے۔
- ......تنگی میں فضول خرچ نہ بن۔
- ......صبر کے ساتھ مصیبت نہیں ہے۔
- ......تیرا بہترین مال وہ ہے جو تجھے فائدہ دے۔
- ......تیرا مال وہی ہے جو تو اللہ کی راہ میں دے۔ ......ماہر اسد قاری محمد اشرف علی ماہر لمبیدوالی آزادہ

مسلمان کا مقام اور پیغام

سید ابو الحسن علی ندویؒ

ذیل میں جمعہ کے اس خطبہ کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے جو 3 جون 1977ء کو اقوام متحدہ (نیویارک) کی عظیم عمارت کے ایک ہال میں دیا گیا — جہاں مسلم و عرب ممالک کے دفاتر میں کام کرنے والے نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، نماز میں شریک ہونے والوں میں عربوں کی تعداد غالب تھی جن میں رابطہ عالم اسلامی کے دفتر کے اور اقوام متحدہ کے ذمہ دار کارکن نمایاں نظر آتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا — اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو، غالب تمہیں رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب اسلام دور طفولیت میں تھا، اس وقت تک کوئی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی۔ اسلام جزیرۃ العرب اور عربوں ہی میں محدود و محصور تھا۔ عرب نہایت عسرت و تنگی اور فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہے تھے ان کا کھانا عام طور پر کھجور، اونٹ کا گوشت اور جو کی روٹی تھا، لباس موٹا جھوٹا اور کھردرا تھا، مکانات خام اور مٹی کے تھے یا اونی خیمہ کی شکل میں، ان کا حال زار موسم سرما کی شب باراں میں بھیگی اور ٹھنڈک سے ٹھٹھری اور کپکپی ہوئی بکریوں کے گلہ کا سا تھا، جس کو جان کے لالے پڑے ہوتے ہیں۔ عربوں کی اس زبوں حالی کی صحیح اور سچی تصویر کشی قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی اور نہیں کر سکتا۔ آپ قرآن کے الفاظ پڑھئے اور عربوں کے بیچارگی و بے کسی کا عالم دیکھئے قرآن کے الفاظ ہیں۔

ترجمہ — اور تم اس حالت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے۔ اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ نوچ کھسوٹ لیں۔

(سورۂ انفال)

عربوں کا تو یہ حال تھا اور ان کے برعکس روم و فارس دنیا کے حاکم و فرمانروا تھے وہ تہذیب و تمدن کے بام عروج پر تھے۔ پوری دنیائے انسانیت ان کے زیر اثر و تابع فرمان تھی۔ ان دو بڑی طاقتوں نے مشرق و مغرب کو باہم بانٹ رکھا تھا۔ مشرق اہل ایران کے زیر فرمان تھا اور مغرب رومیوں کے، یہ زندگی کے مزے اڑا رہے تھے، دنیا کا دامن ان کے لئے وسیع و کشادہ تھا، ضروریات زندگی کی فراوانی تھی، رزق کے دہانے کھلے ہوئے تھے، کائنات ان کے لئے جود و سخا کا مینہ برسا رہی تھی۔ ممالک و اقوام ان کے زیر فرمان تھے اور انہی کے چشم و ابرو کے اشارے پر چل رہے تھے۔ ان کا ہاتھ مٹی لگ جاتا تھا تو سونا بن جاتی تھی، مشرق و مغرب پر انہیں کا پرچم لہرا رہا تھا۔

اس تیرہ و تاریک فضا میں یاس و ناامیدی کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں جہاں ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا۔ آس اور امید کی کرن کی کوئی ہلکی سی کرن بھی نظر نہیں آ رہی تھی اور قرآن مجید طاقت کی متوالی ان دونوں حکومتوں کو چیلنج کرتا ہے اور لٹے پٹے عرب مسلمانوں میں اعتماد وافتخار کی روح پھونکتا ہے اور کہتا ہے:

ترجمہ — "اور ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو، غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے"

(آل عمران)

قرآن نے قریش مکہ کو چیلنج کیا، روم و فارس کے امپائر کو چیلنج کیا — پھر اس مٹھی بھر جماعت مسلمہ کے قائد و رہبر نبی مرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین و تسلی کے لئے سورۂ یوسف نازل ہوئی۔

قرآن مجید نے اعلان کیا:

ترجمہ — اور جو پوچھتے ہیں ان کے لئے نشانیاں ہیں یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصے) میں۔

اس سورہ کو ان الفاظ میں فرمایا:

یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور ان کو گمان غالب ہو گیا کہ ہماری قوم نے تکذیب کی ان کو ہماری مدد پہنچی پھر ہم نے جس کو چاہا بچا لیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ٹلتا۔ ان کے قصوں میں سمجھدار لوگوں کے لئے عبرت ہے یہ قرآن کی کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں بلکہ اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں ہو چکی ہیں، یہ ان کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ذریعہ ہدایت و رحمت ہے۔ (سورۂ یوسف)

اسی طرح سورۂ قصص کی یہ آواز دنیا کی فضا میں گونجی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ کو ظلم و جور اور خوف و ہراس کی تاریک فضا میں نازل فرمایا۔

ترجمہ — طٰسم۔ یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں، ہم آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں، فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسموں میں بانٹ رکھا تھا — ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا اس طرح سے کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ واقعی وہ بڑا مفسد تھا اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زور گھٹایا جا رہا تھا ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور ان کو مالک بنائیں اور ان کو زمین میں حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین کو ان کی جانب سے وہ واقعات دکھلائیں جس سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔

(قصص)

ایسے پرخطر و نازک حالات میں کیسے بہتری کی امید

کی جا سکتی تھی۔ کس کا دل و جگر تھا جو پیشین گوئی کرتا کہ مسلمانوں کی یہ کمزور و بے حقیقت جماعت ظلم وجور کی ماری ہوئی ہر قسم کے وسائل سے خالی اور تہی دست جماعت افق تاریخ پر ابھرے گی کیا دنیا کا بڑے سے بڑا شخص خواہ کتنی ہی دور بین نگاہ اور فراست رکھتا ہو اور کتنا ہی جری اور عقابی صلاحیتوں سے مالا مال ہو، مسلمانوں کی اس مٹھی بھر کمزور و بے حیثیت جماعت کے بارے میں پیشین گوئی کر سکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ

ولا تھنوا ولا تحزنو وانتم الاعلون

ان کنتم مومنین

لیکن اس اعتماد و یقین نے عربوں کے سینے کو جرأت و حوصلہ اور جوش و ولولہ سے بھر دیا تھا اور انہیں ایسی عقابی روح عطا کی تھی کہ وہ ان بڑی بڑی طاقتوں کی کل سجائی بے جان گڑیوں کی طرح دیکھ رہے تھے۔ یہ طاقتیں ان کو کرم خوردہ ستون اور بے جان ڈھانچے معلوم ہو رہی تھیں۔ قرآن کریم ان بے روح حکومتوں کی بالکل یہی تصویر کشی کرتا ہے اور قرآن سے بڑھ کر کیا تصویر کشی کون کر سکتا ہے؟

ذرا قرآن مجید کے یہ الفاظ پڑھیے:

ترجمہ:..... اور جب آپ انہیں دیکھیں تو ان کے قد و قامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور اگر یہ باتیں کریں تو آپ ان کی باتیں غور سے سننے لگیں (لیکن حقیقت یہ ہے کہ) گویا یہ لکڑیاں ہیں جو دیوار کے سہارے کھڑی ہیں۔ (سورہ منافقون)

یہی کمزور و بے مایہ عرب جب دولت ایمان و یقین کو سینے سے لگا کر اس پر فخر و ناز کرتے ہوئے جزیرۃ العرب سے باہر نکلے تو یہ بڑی بڑی طاقتیں ان کی ہیچ نظر آئیں اور انہیں تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔

اقبال کے الفاظ میں:

وہ نِم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

اسباب و عقل کے پیمانے سے ناپا جائے تو عرب اور پوری انسانی برادری شیر کے منہ میں تھی بلکہ شیر کے دو جبڑوں کے درمیان تھی، یہ عرب نکلے تو دوسری طاقت لے کر نکلے، خارق عادت طاقت آسمانی اور خدائی طاقت وہ اب تمام قوموں سے نرالے اور عام بنی آدم اور انسانوں سے جداگانہ جذبہ و حوصلہ کے مالک تھے۔ وہ کمزور و تہی دست ضرور تھے، کسی خطہ زمین پر ان کی حکومت تھی نہ اقتدار لیکن جب وہ نئے وحدت سے مست و سرشار ہو کر نکلے اور ان پر کبھی نہ مٹنے والی آسمانی حقیقتیں منکشف ہوئیں اور انسان انسان کا فرق واضح ہوا، کفر و ایمان کی حقیقت کھل، صورت و حقیقت کا بعد المشرقین فرق معلوم ہوا جب ان کو آب حیات اور سراب صحرا کی حقیقت کا علم ہوا جب ان کی آنکھوں کے سامنے سے ظاہر و باطن کے فرق کا پردہ ہٹا اور اوپری پالش و رنگ آمیزی اور اندرونی حقیقت کا فرق معلوم ہوا، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کا نور اور بصیرت عطا کی تو وہ کائنات کی اشیاء کو ان کی حقیقت کے جامہ میں دیکھنے لگے۔ وہ انسانی حقیقت کو پا گئے، انسان کی حقیقت کیا ہے؟ انسان کی حقیقت یہ نہیں کہ وہ کھائے پیے اور داد عیش دے، انسان کی حقیقت کو پا لیا اور ان پر دنیا و ما وراء دنیا کی حقیقت آشکار ہوئی تو دنیا کے جھوٹے مظاہر انہیں حقیر و لاشئی معلوم ہونے لگے اور شیر کی کھال پہنے والا گدھا اپنے اصلی روپ میں نظر آنے لگا۔ قیصر و کسریٰ کے اندر چہچہانے اور گانے والے پرند کی طرح دکھائی دینے لگے..... پنجرا بہت خوب اس کی تیلیاں سونے کی اس کا بالائی و زیریں حصہ بھی سونے کا، کھانے پینے کے برتن بھی سونے کے مگر پنجرا تو بہر حال پنجرا ہے، سونے ہی کا سہی، وسیع و فراخ ہی سہی چاہے اس میں گھنے گھنے باغات اور جھیل و تالاب ہی کیوں نہ ہوں اس میں اونچی اونچی فلک بوس عمارتیں ہی کیوں نہ ہوں مگر ہے تو وہ قید خانہ ہی...... یہ عرب اب ان لوگوں کو جن کے سروں پر تاج زریں تھا ان لوگوں کو جو وزیر و گورنر تھے، جرنل اور سپہ سالار کہلاتے تھے، فلسفی و ماہر معقولات کہلاتے تھے، شہزادے و ولی عہد کہلاتے تھے، اس نظر سے دیکھا جس نظر سے ڈراموں کے "جوکر" دیکھے جاتے ہیں وہ انہیں بالکل بلوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔

انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے دل بجھے ہوئے، روحیں پژمردہ اور عقل و خرد از کار رفتہ ہیں، وہ اپنی اس کمزوری کو جاہ و ثروت سے چھپاتے ہیں لوگوں کی جی حضوری اور مصنوعی استقبال سے چھپاتے ہیں۔ انہوں نے محسوس کیا کہ یہ قوت و ارادے سے محروم خالی انسانی صورتیں ہیں جو نہ خود چلتی ہیں، نہ خود سے کھاتی ہیں اور نہ ان کے سامنے کوئی اونچا مقصد ہے۔ ان کا چلنا پھرنا صرف کھانے پینے، عیش و تنعم اور لذت و سرور کے لئے ہے انسانیت پر رحم و شفقت اور محبت کے جذبے سے نہیں انسانوں سے ان کا تعلق محض اپنی خواہشات کی تکمیل اور ہوا و ہوس کی پیاس بجھانے کے لئے ہے سروں پر تاج ضرور ہیں مگر ذہن رسا نہیں، جسموں پر بہترین لباس ضرور ہیں مگر جسم لاغر و خستہ حال ہیں، پالش کئے ہوئے برتن ہیں مگر اندر سے خالی ہیں۔

یہ عرب جب دنیا کو فتح کرنے کے لئے نکلے ہیں بلکہ انسانیت کا نجات دہندہ بن کر نکلے۔ اس مقصد سے نکلے کہ انسانیت کو وحشت و بربریت کے چنگل سے چھڑائیں اور انسانیت کو اس ظلم و جور سے نجات دلائیں جو صدیوں سے جاری تھا۔ تب ان پر وہ حقیقت کھل جادو پر بیان ہوئی۔ وہ جب لوگوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر خدائے واحد کی عبادت و اطاعت کی طرف بلانے کے لئے نکلے، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت کی طرف لانے کی غرض سے نکلے، ادیان و مذاہب کے ظلم و جور سے نکال کر اسلامی عدل و انصاف کی طرف بلانے کے مقصد سے نکلے تو یہ روح جاہ و جلال ان کو ہیچ نظر آئے۔ بڑی بڑی حکومتیں ان کی کٹھ پتلی کا کھیل معلوم ہوئیں ان کے جھنڈوں کو سرنگوں کرنا بچوں کا کھیل معلوم ہوا۔ آسمان سے باتیں کرنے والی فلک بوس عمارتیں ان کی خس و خاشاک کا ایک تودہ معلوم ہوئیں، بڑے بڑے لشکر ان کو بھیڑ بکری کا گلہ معلوم ہوتے۔ انہوں نے ان کو غیر عاقل اور بے شعور جانور سمجھا جس میں نہ رحم و کرم کا مادہ ہے، نہ لطف و مہربانی کا جذبہ، وہ انہیں انسانوں کی شکل میں بھیڑیے اور درندے نظر آئے۔

قرآن پاک نے ان ان پڑھ عربوں کو قافلہ حیات سے بچھڑے ہوئے عربوں کو تہذیب و تمدن سے نا آشنا عربوں کو قوت و طاقت اور حوصلہ سے بھر دیا۔ انہوں نے ان کے سرد اور خالی دلوں کو اس قوت عشقی پر

قرونِ مظلمہ (اندھیری) دور سیاسی اور رہبانیت و جہالت پر والی کے نئے علم اور نئے مسائل سے بھر دیا۔ اس نے ان کی اشیاء کے خواص و اثرات کو جاننے کا ملکہ عطا کیا۔ وہ ان سری قوتوں سے مالا مال ہو کر نکلے اور سارے عالم کو زیر کر لیا۔ اس لئے نہیں کہ وہ اس کے مالک بن جائیں نہ اس لئے کہ اس پر حکومت و فرمانروائی کریں۔ جیسا کہ ان قوموں نے کیا تھا بلکہ وہ اس لئے نکلے تھے کہ گم کردہ راہ اور دردر کی ٹھوکر کھائی ہوئی انسانیت کو خدائے واحد کے سامنے جھکائیں اور اسے اسلامی عدل وانصاف کے سائے میں لائیں۔

حضرات! اس وقت ہم اقوام متحدہ کے مرکز میں ہیں۔ آج جب کہ ہم متعدد حکومتوں کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اس پر فخر و اعتماد کے زیادہ مستحق ہیں جو ان عربوں کو حاصل تھا ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم کو اس آسمانی آواز میں مخاطب کیا جائے جس سے وہ مخاطب کئے گئے تھے۔

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون
ان كنتم مومنين

جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس وقت عربوں کی کوئی حکومت نہ تھی۔ خود جزیرۃ العرب میں ان کی کوئی حکومت نہ تھی۔ اسلام کو وجود میں آئے ہوئے دس سال سے زائد ہو چکے تھے اور وہ ابھی طفل شیر خوار کی طرح دھیرے دھیرے چل رہا تھا اور ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے عربوں کو اس کا اہل دیکھا کہ وہ ان الفاظ سے مخاطب کئے جائیں تو کیا ہم اس خدائی فرمان کے مخاطب بننے کے اہل نہیں جب کہ ہم چالیس ملکوں کی نمائندگی کر رہے ہیں اور اس وقت ہمارے کثیر تعداد میں جھنڈے اقوام متحدہ کی عمارت پر یہاں لہرا رہے ہیں اگرچہ ہم موجودہ عہد کی ایٹمی قوت و شوکت کے مالک نہیں ہم جدید ترقیات اور علم و فن کے میدان میں کوتاہی کا شکار ہیں۔ اپنی سستی و کاہلی او رباہمی نااتفاقی و انتشار اور اسلامی تعلیمات کے حقیر سمجھنے اور نعمت اسلام کی ناقدری کے سبب ان حکومتوں کے معیار پر نہیں ہیں تاہم دور اول کے عربوں سے زیادہ اچھی حالت میں ہیں جن کی ایک حکومت بھی نہ تھی تو کیا ہم اس آیت کا مخاطب بننے کے لائق نہیں کہ:

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون
ان كنتم مومنين

یہ ایمان ہی مومن کی قیمت ہے' ایمان ہی ترازو کی اصل قیمت ہے اگر پلڑے نہ ہوں تو ترازو کی کوئی قیمت نہیں' یہ ایمان ہی وہ پاسنگ ہے کہ اس کو ترازو کے جس پلڑے میں رکھ دیا جائے وہ جھک جاتا ہے۔ یہ وہی پاسنگ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقع پر ان مبارک الفاظ میں رکھا تھا۔

اے اللہ! ''اگر تو اس مٹھی بھر جماعت کو مٹا دے گا تو قیامت تک روئے زمین پر تیری عبادت نہ ہو گی''
(مسلم شریف جلد دوم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ اس وقت رجوع وانابت کی ضرورت ہے۔ آپ کی ذات گرامی وہ ذات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی تھی حقیقت حال کو ٹھیک ٹھیک پیش کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔

اگر فیصلہ قوت وطاقت یا کثرت تعداد پر ہوتا تو اسلام و مسلمانوں کا کوئی مستقبل نہ ہوتا' اور روئے زمین پر اس کا وجود بھی نہ ہوتا۔ اہل بدر کل تین سو تیرہ تھے ان کے مقابل ہتھیار سے لیس ایک ہزار کا جم غفیر تھا۔ مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر جماعت کفار کے اس لشکر جرار پر کیسے فتحیاب ہو سکتی تھی اس نازک گھڑی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا و تضرع کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا اور بارگاہ ایزدی میں ان الفاظ کے ساتھ دعا و التجا کی۔

اللهم ان تهلك هذه العصابة لن تعبد

مسلمانو! ہمارا منصب اور ہماری قیمت یہ ہے' ان اسلامی ملکوں اور حکومتوں کی اہمیت و قیمت یہ ہے' یہ اسلامی ممالک اور مسلمان قومیں جو اس وقت دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں اور اپنا ایک وزن رکھتی ہیں اقوام متحدہ تک میں وزن و قیمت رکھتی ہیں...... آج اگر یہ قومیں جن کی نمائندگی کا ہمیں اس وقت شرف حاصل ہے اس حقیقت تابناک اور طاقت اور ایمان کی حامل ہوتیں جو انسانی احساسات پر چھا جاتا اور اس کے رگ وریشہ میں سما جاتا ہے تو آج بھی مسلمان معزز ہوتا' اس کا ایک مقام اور پوزیشن ہوتی۔

اگر ہم ایمان سے اس طرح خالی ہو گئے جس طرح وہ قومیں اور حکومتیں ایمان سے خالی ہو گئیں جو کبھی زمانہ میں ان حقائق پر ایمان لائی تھیں لیکن پھر مرور زمانہ سے اس سے اس طرح کھوکھلی ہو گئیں جیسے سڑی گلی ہڈیاں اور دیمک لگی لکڑیاں ہوتی ہیں۔

دوستو اور بھائیو! ہمیں اس سے ہوشیار و محتاط رہنا چاہیے کہ ہم دوسروں کا سہارا لیں' مانگنے کی قوت سے اپنے وجود کو باقی رکھیں' ہمارا نام تو خوب روشن ہو' مردم شماری میں تو ہماری تعداد بہت ہو مگر خدا کی میزان میں ہمارا کوئی وزن نہ ہو' جو دنیا و آخرت دونوں جہاں کی حقیقی ترازو ہے۔ بارگاہ خداوندی میں اور خدائی میزان میں ہمارا وزن اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم صحیح معنی میں صاحب ایمان ہوں جب ہمارے سینوں میں ایمان و یقین کی چنگاری ہو' ہم اسلامی پیغام کے نہ صرف حامل ہوں بلکہ ہمیں اس پر فخر و ناز ہو' ہمیں یہاں امریکہ میں بھی اس زبردست سلطنت میں بھی مغرب کے اس قلب میں بھی اپنے ایمان و اسلام پر فخر و ناز ہو۔ ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہیں کہ ہم مسلمان ہیں' ہمیں اپنے اسلام پر فخر ہے۔ ہم مستقل بالذات اور صاحب پیغام قوم ہیں' طفیلی نہیں ہیں' ہماری مستقل تہذیب ہے' ہماری ثقافت ہے' اس میں ہم پیوند نہیں لگاتے۔ ہمیں اللہ نے سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی ہے وہ ہے اسلام کی نعمت خود شناسی و خدا شناسی کی نعمت۔

بھائیو! جب ہمیں اسلام پر فخر و ناز ہو گا' اسلام ہمارا اور ہم اسلام کے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارا معین و مددگار ہو گا اور ہمارا محافظ و نگہبان ہو گا۔ اللہ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا''

لیکن اگر ہم صرف نام کے مسلمان رہے اور حقیقت اسلام ہم میں نہ پائی گئی تو پھر ہم امیر شکیب ارسلان کے اس جملہ کا مصداق بنیں گے جو انہوں نے پرانی لیگ آف نیشنز پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے کسی مضمون میں لکھا تھا کہ جمعیت اقوام فن عروض کی بحر کی طرح محض نام کی بحر ہے جس میں پانی کا نام و نشان نہیں۔ اگر ہم بے پانی کا سمندر بنے تو ہم پر ہزار حیف۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں کسی مدد کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ بارگاہ خداوندی میں تو ایمان ہی کا وزن ہوتا ہے' ایمان ہی کی قدر اور ایمان ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔

☆..........☆..........☆

ایفائے عہد کی زریں مثال

ترتیب: شیخ محمد ریاض آف فیصل آباد

مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے۔ اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام لوگوں کے ساتھ ساتھ پورا پورا انصاف ہوتا ہے۔ یہاں کے لوگ جو کبھی غربت کے ہاتھوں پریشان رہتے تھے اب ان کے دن بدل رہے ہیں۔ مدینے کا ہر شہری سکون سے زندگی کے دن گزار رہا ہے۔ ان ہی دنوں کی بات ہے عرب کے دور دراز علاقے سے ایک نوجوان کسی کام کے لئے مدینہ کی طرف جا رہا ہے۔ وہ ایک اونٹ پر سوار ہے کئی دنوں پہلے وہ اونٹ پر سوار ہو کر گھر سے نکلا تھا۔

ریگستانوں میں سورج کی تپش اور گرمی میں اونٹ کی سواری سے وہ بے حال ہے۔ ابھی اس کی منزل کافی دور ہے۔ اچانک وہ دور کھجور کے درختوں کا ایک جھنڈ دیکھتا ہے اور پھر بے اختیار اس کی سواری کا رخ ان درختوں کی طرف ہو جاتا ہے۔ درختوں کے قریب پہنچ کر وہ اونٹ پر سے اترا۔ اس نے اونٹ ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا۔ قریب ہی پانی کا کنواں تھا اس نے کنویں سے پانی نکالا۔ اونٹ کی پشت پر بندھے ہوئے سامان سے اس نے شکر اور ستو نکالے ایک برتن میں شکر، ستو اور پانی ملائے اور غٹ غٹ ستو پی گیا۔

جب پیٹ کی آگ بجھ گئی، سایہ دار درختوں اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے اسے تھکن کا احساس دلایا تو اس نے ایک چادر ان سایہ دار درختوں کے نیچے بچھائی اور سو گیا۔ اونٹ جو اردگرد کی جھاڑیوں سے پتے توڑ توڑ کر کھا رہا تھا اس نے ایک دور کی جھاڑی سے پتے توڑنے کے لئے گردن لمبی کی اور جھاڑی کی طرف بڑھا تو اس کے پاؤں کی رسی کھل گئی۔ خدا جانے وہ دو دن کا بھوکا تھا یا تین دن کا۔ چرتے چرتے ایک باغ کی طرف نکل گیا۔ باغ کے مالک نے جو ایک اونٹ کو اندر چرتے دیکھا تو اس نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اونٹ کو دے مارا۔ پتھر اونٹ کے سر پر بڑے زور سے لگا ضرب کاری تھی اونٹ مر گیا۔

شام کے وقت نوجوان کی آنکھ کھلی تو ہر طرف اندھیرا چھا رہا تھا۔ اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی مگر اسے اونٹ کہیں نظر نہ آیا۔ اس نے اونٹ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر اسے اونٹ ایک قریبی باغ سے مل گیا لیکن وہ مردہ زمین پر پڑا تھا۔ نوجوان نے اونٹ کو مرا دیکھا تو اسے بڑا افسوس ہوا۔ وہ اونٹ کے قریب کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ اب وہ اپنی منزل پر کیسے پہنچے گا۔ اچانک اس نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو اس کی طرف آ رہا تھا۔

نوجوان کے قریب پہنچ کر بوڑھے آدمی نے کہا تیرا اونٹ...... ابھی اس کی زبان سے پورا جملہ بھی ادا نہ ہوا تھا کہ نوجوان نے ایک زوردار گھونسہ بوڑھے آدمی کو دے مارا۔ گھونسہ اس کے دل پر لگا، چوٹ اتنی شدید تھی کہ بوڑھا چکرا کر زمین پر آ گرا۔ بوڑھے آدمی کو زمین پر گرتا دیکھ کر نوجوان پریشان ہو گیا۔ اس نے جھک کر بوڑھے آدمی کی نبض دیکھی پھر اس کے سینے پر کان لگا کر دل کی دھڑکن سننے کی کوشش کرنے لگا۔ نبض اور دل کی دھڑکن دونوں بند ہو چکی تھیں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اونٹ کی طرح بوڑھا آدمی بھی مر چکا ہے۔ اسے بے حد افسوس ہوا کہ غصے کی حالت میں اس کے ہاتھوں ایک آدمی کا خون ہو گیا ہے۔ وہ پریشانی کے عالم میں سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے؟ یکایک خدا جانے کہاں سے تین چار آدمی آ گئے۔ بوڑھے آدمی کو مرا دیکھ کر انہوں نے نوجوان کو پکڑ لیا ان میں سے ایک نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور دوسرے نے ایک رسی کے ساتھ اس کے ہاتھ باندھے اور اسے پکڑ کر وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔

ان آدمیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ان کے بوڑھے باپ کو اس نوجوان نے قتل کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا "کیا یہ سچ ہے کہ بوڑھے آدمی کو اس نے قتل کیا ہے" نوجوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں قتل کا اقرار کر لیا۔ تب مسلمانوں کے خلیفہ نے ان آدمیوں سے کہا کہ وہ نوجوان کو قاضی کی عدالت میں لے جائیں تاکہ ان کے ساتھ انصاف کیا جا سکے۔

بوڑھے آدمی کے بیٹے نوجوان کو لے کر قاضی کی عدالت میں پہنچے۔ قاضی نے نوجوان سے پوچھا تم نے بوڑھے آدمی کو کیوں قتل کیا؟ نوجوان نے قاضی سے کہا: جناب بوڑھے آدمی سے میرا کوئی جھگڑا نہ تھا۔ چند گھنٹے پہلے میں ایک لمبے سفر کے بعد مدینے کے قریب ایک نخلستان میں پہنچا تو گرمی کی شدت سے پریشان تھا۔ میں نے اونٹ کے پاؤں باندھ کر اسے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور خود کھجور کے سایہ دار درختوں کی چھاؤں میں لیٹ گیا۔ زمین پر لیٹتے ہی مجھے نیند آ گئی۔

جب دھوپ کی شدت کم ہوئی اور میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میرا اونٹ غائب ہے۔ میں نے جھاڑیوں کے پتے بکھرے دیکھے تو میں سمجھا کہ چرتے چرتے اونٹ کہیں دور نکل گیا ہے میں اسے تلاش کرتے کرتے ایک باغ میں جا نکلا جہاں اونٹ مرا پڑا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک بڑا پتھر پڑا تھا پتھر دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ باغ کے مالک نے پتھر مار کر میرے اونٹ کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ اونٹ کو مرا دیکھ کر میں بڑا پریشان ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اپنی منزل تک کیسے پہنچوں گا۔ غصے اور پریشانی کے عالم میں سوچ ہی رہا تھا کہ میرے ساتھ یہ کیسا ظلم ہو گیا ہے؟ اچانک وہ بوڑھا ادھر آ نکلا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے

اونٹ کے بارے میں پوچھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرے اونٹ کے سر پر پتھر اسی نے مارا ہے۔ جس کی وجہ سے میرا اونٹ مر گیا ہے۔ بوڑھے آدمی کو دیکھ کر میں اپنے غصے پر قابو نہ رکھ سکا۔ میں نے اسے ایک گھونسہ دے مارا۔ میں نے گھونسہ بوڑھے آدمی کے منہ پر مارا تھا اس نے بچنے کی کوشش کی تو گھونسہ منہ کی بجائے اس کے دل پر لگا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ میں نے جھک کر دیکھا تو بوڑھا آدمی چوٹ کی شدت سے مر چکا تھا۔

قاضی نے نوجوان کی زبانی سارا واقعہ سنا۔ نوجوان کی طرف سے جرم اقرار کرنے کے بعد قاضی نے اسے موت کی سزا سنا دی۔ موت کی سزا سن کر نوجوان کی آنکھوں سے آنسو آ گئے اور اس نے قاضی سے بڑی عاجزی سے التجا کی" قاضی صاحب میں نے ایک یہودی کا قرض دینا ہے اگر آپ نے مجھے اس کا قرض ادا کرنے کی مہلت نہ دی اور میں یہودی کا قرضہ ادا نہ کر سکا تو وہ مجھے اور مسلمانوں کو بدنام کرے گا۔

اس لئے آپ مجھے کچھ دنوں کی مہلت دیں میں یہودی کے قرضہ ادا کرنے کے بعد یہاں دوبارہ حاضر ہو جاؤں گا تب آپ مجھے میرے جرم کی سزا دے لیں۔

قاضی نے نوجوان کی یہ بات سنی تو اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا اور سارا قصہ بیان کر ڈالا۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارد گرد بے شمار مسلمان کھڑے تھے۔ آپ نے نوجوان سے پوچھا" کیا کوئی شخص تمہاری ضمانت دینے کو تیار ہے؟ کہ اگر تم مقررہ دن تک یہاں نہ پہنچے تو اسے تمہارے بدلے سزا دی جا سکے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر نوجوان نے وہاں پر موجود لوگوں پر ایک نظر ڈالی۔ مگر سے کوئی ایسا آدمی نظر نہ آیا جسے وہ جانتا ہو۔ اس نے پریشانی کے عالم میں مایوس ہو کر گردن جھکا لی اور ان آدمیوں میں سے ایک شخص نے نوجوان کو مایوس اور خاموش دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی...... اے امیر المومنین! میں اس نوجوان کی ضمانت دینے کو تیار ہوں۔ جب تک یہ نوجوان یہودی کو قرضہ ادا کر کے واپس نہیں آ جاتا میں کہیں نہیں جاؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی یہ بات سن کر کہا: ابوذر سوچ لو اگر یہ مجرم مقررہ مدت تک واپس نہ آیا تو پھر اس نوجوان کے بدلے آپ کو سزا دی جائے گی۔

یہ بات سن کر حضرت حضرت ابوذر غفاری نے مسکرا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور کہا: جناب میں اس کی ضمانت دیتا ہوں۔ اگر یہ واپس نہ آیا تو میں خوشی اس کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔

نوجوان وہاں سے رہا ہو کر چلا گیا تو لوگوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ابوذر! کیا تم اس نوجوان سے واقف ہو جو تم نے اس کی ضمانت دی ہے؟ اگر وہ واپس نہ آیا تو تمہیں اس کے بدلے میں سزا بھگتنا پڑے گی۔

لوگوں کی یہ بات سن کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا" ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے' میں نے سوچا اگر یہ نوجوان یہودی کا قرضہ ادا نہ کر سکا تو یہودی تمام مسلمانوں کو طعنہ دے گا اور بدنام کرے گا۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی یہودی مسلمانوں کو بدنام کرے۔ اس کے علاوہ مجھے یقین ہے مسلمان کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور نہ وعدہ خلافی کرتا ہے۔

جوں جوں دن گزرتے گئے مدینہ کے مسلمانوں کی پریشانی بڑھتی گئی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایسے صحابی رسول کو سزا ملے۔ ایک ایک لمحہ ان پر بھاری تھا اور خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ مجرم جلد از جلد واپس آ جائے۔ لوگ پریشان تھے لیکن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مطمئن تھے۔

آخر کار وہ دن آ پہنچا جس دن مجرم کو سزا دینا تھی۔ مسلمانوں کی حالت دیکھنے والی تھی۔ وہ پریشان اور بے قرار تھے۔ مدینہ کے کافر دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے ان کا خیال تھا کہ اگر مجرم واپس نہ آیا تو مسلمان ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں ہونے دیں گے۔ اس طرح انہیں مسلمانوں کو بدنام کرنے کا موقع مل جائے گا۔

مقررہ وقت سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی اس میدان میں پہنچ گئے جہاں پر مجرم کو سزا دی جانا تھی۔ میدان میں ایک حبشی جلاد تلوار ہاتھ میں لئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی گردن اڑانے کو تیار کھڑا تھا۔ مقررہ وقت پر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں جلاد کھڑا تھا۔ جلاد نے انہیں ہلاک کرنے کے لئے تلوار اٹھائی ہی تھی کہ دور دھول اڑاتی دکھائی دی۔ حضرت عمر فاروق کے اشارہ پر جلاد نے ہاتھ روک لیا۔ ایک نوجوان تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا مجمع کے قریب آ کر گھوڑے سے کود پڑا اور چلا کر بولا اے امیر المومنین! میں حاضر ہو گیا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے حضرت ابوذر غفاری کا ماتھا چوم لیا اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جلاد کے پاس پہنچ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ بوڑھے آدمی کے بیٹوں نے ان کے آنسو نکلتے دیکھ کر کہا امیر المومنین! ہم اپنے باپ کا خون معاف کرتے ہیں۔ ان کی یہ بات سن کر نوجوان دوڑ کر گیا اور اس نے بوڑھے آدمی کے ایک ایک بیٹے سے معافی مانگی اور ان سے بغل گیر ہوا۔

نوجوان کا خون معاف کرنے سے مدینے کے مسلمان بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی بہت تعریف کی جنہوں نے ایک اجنبی کی ضمانت دے کر مثال قائم کی تھی۔

☆.........☆.........☆

﴿باتوں سے خوشبو آئے﴾

☆......دنیا میں کامیاب انسان بننا چاہتے ہو تو سب سے پہلے زبان سے نکلنے والے الفاظ پر غور کرو۔

☆......دنیا تمہیں تب تک نہیں ہرا سکتی جب تک تم اپنے آپ سے نہ ہار جاؤ۔

☆......اپنی بصیرت کو ہمیشہ روشن رکھو کیونکہ انسان اگر بصیرت کا اندھا ہو تو چشم بصارت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی؟

☆......گناہ کا ترک کرنا توبہ کرنے سے آسان تر ہے۔

☆......سورج کی طرح اپنی شخصیت بناؤ جو ہمیشہ کرنیں بکھیرتا ہے۔

﴿طارق محمود مدرس جامعہ مدینہ تھوں﴾

عورتوں کا ایمانی جذبہ

مولانا
اعجاز عابد
نوشہرہ

اے نبی! جب تیرے پاس مسلمان عورتیں آئیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں اور طوفان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی بھلے کام میں تو ان کو بیعت کرے اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ آیت کریمہ فتح مکہ کے دن نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی بیعت لینا شروع کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت صرف الفاظ میں لیتے تھے' دست مبارک عورتوں کے ہاتھ سے کبھی مس نہیں ہوا' عورتوں میں چونکہ برے اخلاق مردوں کی بہ نسبت زیادہ پائے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی بیعت میں خصوصیت کے ساتھ چند شرطیں بڑھائی گئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امرالٰہی کی تعمیل میں عورتوں کو بیعت کے وقت ان چیزوں سے منع فرمایا۔

(1)...... کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کریں' چاہے یہ شرک وجوب وجود میں ہو یا استحقاق عبادت میں۔ اگر کسی کے اعمال دکھاوے کے شائبہ سے پاک نہ ہوں اور غیر اللہ سے اپنے اعمال خیر کے اجر کی طلب میں مبتلا ہو مثلاً وہ اپنے نیک عمل پر دوسروں سے مدح وثنا کا طلبگار ہو تو ایسا شخص دائرہ شرک سے باہر نہ ہوگا اور نہ ایسا شخص مخلص وموحد ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... شرک میری امت میں "اس چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے جو اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چلتی ہے"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ شرک اصغر سے بچو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا شرک اصغر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دکھاوا ہے"۔

توحید تو یہ ہے کہ شائبہ سے بھی بیزاری ہو' بیماریوں کو دفع کرنے میں جنوں اور شیطانوں سے مدد طلب کرنا جیسا کہ اس وقت اسلام کے پردے میں رائج ہو گیا ہے۔ عین شرک وگمراہی ہے اور تراشیدہ وناتراشیدہ پتھروں سے اپنے حوائج وضرورت مانگنا۔ اللہ سے انکار اور کفر ہے' اکثر عورتیں انتہائی جہل ونادانی کی وجہ سے اس طرح کے حرام اعمال میں مبتلا اور مراسم شرک واہل شرک کے ادا کرنے میں گرفتار ہیں......

خصوصیت کے ساتھ یہ بات اس وقت دیکھی جاتی ہے جبکہ چیچک کی بیماری پیدا ہوتی ہے اس وقت کم ایسی عورتیں ہوں گی جو اس شرک سے محفوظ رہتی ہوں گی اور اس مرض کو دور کرنے کے لئے شرک کی رسموں میں سے کوئی رسم نہ ادا کرتی ہوں گے۔

الا ماشاء اللہ...... کفار ومشرکین جن ایام کی تعظیم کرتے ہیں ان ایام کی تعظیم کرنا اور جو مراسم ادا کرتے ہیں انہیں ادا کرنا شرک وکفر تک پہنچا دیتا ہے۔ جیسا کہ دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خصوصاً ان کی عورتیں اہل کفر کی رسمیں ادا کرتی ہیں اور اس دن کو عید کے دن کی طرح مناتی ہیں' جس طرح اہل کفر اس دن اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو تحفے اور ہدیے بھیجتے ہیں اسی طرح وہ بھی بھیجتی ہیں۔ یعنی ان دنوں کو بھی ایسا ہی سمجھتی ہیں جیسا کفار سمجھتے ہیں' یہ سب شرک وکفر ہے۔ اسی طرح اسلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ان میں اکثر کا حال یہ ہے کہ اللہ پر یقین لاتے ہیں تو اس حال میں کہ اس کے ساتھ شرک بھی ٹھہراتے جاتے ہیں"۔

ایک عمل حرام یہ بھی رائج ہے کہ جانوروں کو مشائخ کے نام پر نذر کرتے اور ان کی قبروں پر جا کر ان جانوروں کو ذبح کرتے ہیں فقہ کی کتابوں میں اس عمل کو بھی شرک میں داخل کیا ہے اور پوری تاکید سے کیا ہے۔ فقہاء نے اس ذبح کو "ذبائح جن" کی جنس سے سمجھا ہے۔ (ذبائح جن وہ جانور ہیں جنہیں مشرکین جنوں کے نام پر ذبح کرتے تھے)

اس لئے اس عمل سے بھی اجتناب کرنا چاہیے کہ اس میں شرک کا شائبہ ہے' نذر کے طریقے بہت ہیں کیا ضروری ہے کہ کسی جانور کو ذبح کرنے کی نذر مانیں' اس کو ذبائح جن کے ساتھ ملحق کریں اور اپنے آپ کو عبدہ جن (جنوں کے پجاریوں) کے ساتھ مشابہ کریں۔ یہی حال عورتوں کے ان روزوں کا بھی ہے جو وہ پیروں اور بیبیوں کے نام پر رکھتی ہیں۔ اکثر ان ناموں کو انہوں نے خود تراشا ہے اور انہیں ناموں پر اپنے روزوں کی نیت کرتی ہیں اور افطار کے وقت ہر روزہ کے لئے خاص وضع متعین کرتی ہیں اور ان کے لئے مخصوص ایام اور ان کے توسل سے مقصد برآری چاہتی ہیں۔ یہ عبادت میں شرک ہے اور اس طرح غیر اللہ کی عبادت کے توسل سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہیں' اس فعل کی قباحت پر اچھی طرح سوچنا چاہیے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

"روزہ میرے لئے مخصوص ہے اور عبادت صوم میں میرے سوا کوئی شریک نہیں"

ہر چند کہ کسی عبادت میں بھی غیر اللہ کی شرکت جائز نہیں لیکن روزہ کی تخصیص محض اس اہتمام کے لئے ہے کہ اس عبادت میں نفی غیر کی نیت پہ تاکید کرنی چاہیے' بعض عورتیں اپنے ایجاد کردہ روزوں کے حیلے میں یہ کہتی ہیں کہ:

"ہم روزہ اللہ کے لئے رکھتی ہیں صرف اس کا ثواب پیروں کی روحوں کو بخشتی ہیں"

اگر وہ اپنے اس معاملہ میں سچی ہیں تو پھر روزوں کے لئے مخصوص ایام کی تعیین کا کیا کام ہے اور پھر افطار میں مخصوص کھانوں اور مخصوص وضع ہیئت کا

اہتمام کیوں ہے بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ افطار کے وقت محرمات کا ارتکاب پر مصر و مشغول مصروف بجھتی ہیں، حقیقت میں یہ عین گمراہی اور شیطان کا فریب ہے۔

نمبر تین وہ چوری نہ کریں۔ اس کبیرہ گناہ میں چونکہ اکثر عورتیں مبتلا ہوتی ہیں۔ اس لئے مخصوص طور پر ان کو اس سے روکا گیا ہے کم ایسی عورتیں ہوں گی جو اس بُرائی سے بالکل بچی ہوتی ہیں اور بے تحاشا خرچ کر کے ان کو ضائع کرتی ہیں وہ چوروں کے گروہ میں داخل ہیں اور یہ گناہ ان کے اندر ثابت و متحقق ہے۔ یہ بات عام طور پر عورتوں میں پائی جاتی ہے اور اس خیانت میں تقریباً تمام عورتیں مبتلا ہیں کاش وہ اس بات کو بُرائی سمجھیں اگرچہ حال یہ ہے کہ وہ اپنے اس تصرف بیجا کو حلال سمجھتی ہیں اور یہ نہایت خطرناک بات ہے کیوں کہ کسی ثابت شدہ بُرائی کو حلال سمجھنا کفر تک پہنچا دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حکیم مطلق جل شانہ نے شرک کے بعد عورتوں کو چوری سے منع فرمایا اپنے شوہروں کے اموال میں بیجا تصرف کرتے کرتے ان میں خیانت اور چوری جڑ پکڑ جاتی ہے اور پھر دوسروں کے اموال کو بلا اجازت حاصل کر لینے کی بُرائی ان کے ذہن سے نکل جاتی ہے اور چوری ان کی عادت میں داخل ہو جاتی ہے ان تمام باتوں کے مشاہدے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ عورتوں کے لئے شرک کے بعد چوری کو کیوں اتنی اہمیت دی گئی اموال میں سرقہ وخیانت کے سلسلہ میں یہاں ایک قسم کی چوری کا ذکر بھی مناسب ہے۔

ایک دن ہمارے پیغمبر نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ "وہ بدترین قسم کا چور کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ہم نہیں جانتے آپ نے فرمایا کہ بدترین قسم کا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے اور ارکان نماز کو تمام و کمال ادا نہیں کرتا۔ اس لئے اس قسم کی چوری سے بھی بچنا ضروری ہے تاکہ انسان بدترین قسم کے چوروں میں داخل نہ ہو حضور قلب کے ساتھ نماز کی نیت کرنی چاہیے کیوں کہ نیت کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا پھر قرأت درست طریقے پر کرنی چاہیے رکوع وسجود اطمینان کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اسی طرح جلسہ قومہ کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔ یعنی رکوع سے اٹھنے کے بعد سیدھا کھڑا ہونا چاہیے اور ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھڑا رہنا چاہیے تب سجدہ میں جانا چاہیے۔ اسی طرح دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا چاہیے جو شخص ایسا نہیں کرتا وہ اپنے آپ کو چوروں کے گروہ میں داخل کرتا ہے۔ نمبر 2 زنا نہ کریں وہ زنا نہ کریں عورتوں کی بیعت میں خصوصیت کے ساتھ اس کبیرہ گناہ سے ممانعت کی وجہ یہی ہے کہ اکثر اوقات زنا عورتوں کی رضا پر موقوف ہوتا ہے...... نیز یہ کہ اکثر اس عمل بد کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ عورتیں اپنے آپ کو مردوں کے سامنے پیش کرتی ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں زانیہ عورت کو زانی مرد پر اس آیت میں مقدم رکھا گیا ہے۔

"زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو 100 کوڑے مارو"

یہ گناہ دنیا و آخرت میں انسان کو برباد کرنے والا اور تمام ادیان میں قبیح ومنکر ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! زنا سے بچو کہ اس میں چھ بُرائیاں ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا کی تین بُرائیاں یہ ہیں۔

(1)...... زانی کے دل سے نورانیت اور اس کے چہرے سے رونق غائب ہو جاتی ہے۔

(2)...... اس سے فقر و افلاس آتا ہے۔

(3)...... عمر میں کمی ہوتی ہے۔

آخرت کی تین بُرائیاں یہ ہیں

(1)...... اللہ کا غضب۔

(2)...... حساب کی سختی۔

(3)...... دوزخ کا عذاب۔

حدیث میں بھی آیا ہے کہ آنکھوں کا زنا محرمات کو بُری نیت سے دیکھنا ہاتھوں کا زنا محرمات کو بُری نیت سے پکڑنا اور قدموں کا زنا محرمات کی طرف بُری نیت سے جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

کہو اے محمد! "مسلمانو سے کہہ کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور کہو کہ مسلمان عورتوں سے کہ وہ بھی نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔

جاننا چاہیے کہ دل آنکھوں کا تابع ہے جب تک محرمات سے آنکھوں کو نہ بچایا جائے دل کی حفاظت مشکل ہے اور جب دل گرفتار ہو جائے تو شرمگاہ کی حفاظت بہت مشکل ہے۔ لہٰذا آنکھوں کو بدنظری سے بچانا ضروری ہوا تاکہ شرمگاہ کی حفاظت ہو سکے اور انسان دنیا و آخرت کے گھاٹے سے محفوظ رہے۔ قرآن میں اس کی بھی ممانعت آئی ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں سے نرم و نازک گفتگو کریں کیوں کہ اس سے بدکار مردوں کے دل میں وسوسہ زنا پیدا ہوتا ہے اگر عورتوں کو اجنبی مردوں سے بہ ضرورت گفتگو کرنی پڑے تو اس انداز سے بولنا چاہیے کہ ان کے دل میں اس قسم کا کوئی وسوسہ نہ پیدا ہو سکے۔

قرآن مجید میں اس سے بھی روکا گیا ہے کہ عورت اپنی زینت کا اظہار غیر مردوں کے سامنے نہ کریں اور ان کے دل میں خواہش پیدا کریں۔

اسی طرح عورتوں کو پازیب و خلخال پہن کر زمین پر اس طرح پاؤں مارنے سے بھی روکا گیا ہے کہ اس کی آواز پیدا ہو کیوں کہ اس سے بھی ان کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ ہر بات جو فسق اور گناہ کی طرف لے جانے والی ہو قبیح اور ممنوع ہے حرام چیزوں کے ابتدائی مراحل و مقدمات و مبادی سے بھی پرہیز کیا جائے تاکہ نفس کو محرمات سے سلامتی میسر ہو یہ بات بھی پوشیدہ نہ رہنی چاہیے کہ ایک عورت کے لئے دوسری اجنبی عورت بھی اجنبی مرد ہی کے حکم میں ہے۔ ان باتوں میں جو اجنبی مرد سے ناجائز ہیں مثلاً جس طرح عورت کے لئے اجنبی مرد کو شہوت سے دیکھنا یا چھونا ناجائز ہے اسی طرح دوسری عورت کو بھی شہوت سے دیکھنا اور چھونا ناجائز ہے۔ اس بات کی بڑی نگہداشت کرنی چاہیے کیوں کہ عورت کا مرد تک پہنچنا اختلاف صنف کی وجہ سے مشکل ہے بہت سی رکاوٹیں درمیان میں ہوتی ہیں لیکن عورت کا عورت تک پہنچنا اتحاد صنف کی وجہ سے نہایت آسان ہے۔ اس لئے یہاں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور اس فعل قبیح سے بچانے کے لئے بڑی تاکید تبلیغ کرنی چاہیے۔

(4)...... اولاد کو قتل نہ کریں فقر و احتیاج سے ڈر کر بچوں کو مار ڈالنا نہ صرف یہ کہ قتل ناحق ہے بلکہ قطع

رسم کے گروہ کا بھی حصہ ہے۔ اس لئے اس ایک کبیرہ میں دو کبائر کا ارتکاب ہے۔

(5)...... وہ افترا اور بہتان نہ باندھیں' یہ وصف عورتوں میں بہت پایا جاتا ہے اس لئے خصوصیت سے منع کیا گیا' یہ صفت بہت بڑی صفتوں میں سے ایک ہے' یہ جھوٹ ہے اور جھوٹ تمام ادیان میں حرام اور قبیح ہے۔ اس میں ایذائے مومن بھی ہے اور مسلمان کو اذیت پہنچانا حرام ہے۔ نیز اس میں فساد پھیلانا بھی ہے جو نص قرآن کی رو سے ممنوع و قبیح ہے۔

(6)...... آخر میں چھٹے نمبر پر ایک جامع شرط لگائی گئی کہ وہ معروف و خیر میں پیغمبر کی نافرمانی نہ کریں یہ شرط تمام اوامر شرعی کے امتثال اور تمام نواہی شرعیہ سے اجتناب پر مشتمل ہے۔

نماز پنجگانہ بھی کسل اور وقت پر پوری خوش دلی و سعی کے ساتھ ادا کرنی چاہیے۔

رمضان کا روزہ جو سال بھر کے چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہے پوری احتیاط سے رکھنا چاہیے' حج بیت اللہ شریف میں جس کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

''حج گذشتہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے ادا کرنا چاہیے''

اسی طرح ورع و تقویٰ سے بھی چارہ نہیں ہے کہ حضرت پیغمبر نے فرمایا ہے:

''تمہارے دین کو قائم رکھنے والا تقویٰ ہے''

تقویٰ منہیات شرعیہ (ممنوعات شرعیہ) کو ترک کرنے کا نام ہے' نشہ آور چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے اور ہر نشہ آور چیز کو شراب کی طرح سمجھنا چاہیے' غنا (گانے) سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کیوں کہ غنا لہو ولعب میں داخل ہے اور لہو ولعب حرام ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے

''غنا زنا کا منتر ہے''

سخن چینی اور غیبت سے بھی پرہیز لازم ہے' مسلمانوں کے ساتھ مکر و فریب کرنا اور ان کو اذیت پہنچانا بھی حرام ہے۔ اس سے اجتناب ضروری ہے' بدفالی کا اعتبار نہ کرنا چاہیے اور نہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ ایک کا مرض دوسرے کو لگ جاتا ہے۔ مخبر صادق نے ان دونوں سے منع فرمایا ہے۔ بدفالی کوئی شے نہیں ہے ورنہ ایک کا مرض دوسرے کو لگتا ہے' کاہنوں اور نجومیوں کا اعتبار نہ کرنا چاہیے' نہ ان سے غیب کی باتیں پوچھنی چاہئیں اور نہ یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں کیوں کہ شریعت میں بڑی تاکید کے ساتھ اس سے روکا گیا ہے' نہ خود جادو کرنا چاہیے نہ کسی ساحر سے جادو کرانا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ قطعی حرام ہے اور کفر تک پہنچا دینے والی چیز ہے' کوئی گناہ کفر سے اتنا قریب نہیں ہے جتنا جادو اور سحر۔ حدیث میں آیا ہے:

''جب تک ایمان دل سے نکل نہ جائے سحر کا فعل وجود میں نہیں آتا''

گویا سحر اور ایمان ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ مخبر صادق نے فرمایا ہے اور جسے علماء نے کتب شرعیہ میں بیان فرمایا ہے' دل و جان سے اس کو بجالانے میں سعی کرنی چاہیے اور اس کی مخالفت کو زہر قاتل سمجھنا چاہیے۔ جب بیعت کرنے والی عورتوں نے ان تمام شرائط کو قبول کر لیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیعت قبول کر لی اور امر الٰہی کے مطابق ان کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی...... امر الٰہی سے جو استغفار آپ نے کسی جماعت کے لئے کیا اس کے متعلق پوری امید ہے کہ قبول ہوا اور وہ جماعت مغفور ہوئی' ہندہ ابوسفیان کی بیوی بھی اس بیعت میں داخل تھیں بلکہ اس وقت ان عورتوں کی سرگروہ وہی تھیں اور سب کی نمائندگی کر رہی تھیں۔ اس بیعت و استغفار سے ان کے حق میں بڑی امید ہے' ان عورتوں کے بعد اب بھی جو عورتیں ان شرائط کو قبول کریں اور ان کے مقتضا کے مطابق عمل کریں وہ حکما اس بیعت میں داخل ہوں گی اور اس استغفار کی برکتوں کی امیدوار...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ کیوں تم پر عذاب کرے اگر تم اس کا شکر ادا کرو اور ایمان درست کرو''

اللہ کا شکر بجالانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان احکام شرعیہ کو قبول کرے اور ان کے مقتضا پر عمل کرے' طریق نجات اور رستگاری کی راہ صاحب شریعت علیہ السلام کی پیروی ہے' اعتقاد میں بھی اور عمل میں بھی۔ استاد اور پیر اس لئے ہیں کہ شریعت کی طرف رہنمائی کریں اور ان کی برکت سے شریعت پر اعتقاد اور عمل میں سہولت ہو نہ یہ کہ مرید جو سمجھیں وہ کریں جو چاہیں وہ کھائیں پیر ان کی ڈھال بن جائیں گے اور عذاب سے بچالیں گے یہ تمنائے محض ہے' قیامت میں بے اجازت کوئی سفارش نہ کر سکے گا اور جب تک عمل پسندیدہ نہ ہو کوئی سفارش کرے گا بھی نہیں اور عمل اس وقت پسندیدہ ہو گا جب شریعت کے مقتضا کے مطابق کیا جائے اور اگر بشریت کی بنا پر کوئی لغزش ہو گئی ہو تو شفاعت سے اس کا تدارک ممکن ہو گا۔

☆..........☆..........☆..........☆

غزوہ بدر میں آنحضور (ﷺ) کی دعائیں

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ' سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بدر کے میدان میں ہمارے پاس حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی سوار نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ابلق گھوڑے پر سوار تھے۔ اس شب سب لوگ نیند کے مزے لوٹتے رہے...... سوائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات صبح تک نفل پڑھتے رہے اور رحمت الٰہی کو متوجہ کرنے کے لئے اپنے آنسوؤں کے دریا بہاتے رہے' اشکوں کی زبان سے نصرت حق کے لئے بارگاہ رب العزت میں جو دعائیں التماس کی گئی ہوں گی ان کی قبولیت کا عالم کیا ہو گا......؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے اور دعا مانگ رہے تھے کہ اللہ! میں تجھے اس عہد او ر وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے' اے اللہ! اگر تو اسے پورا نہیں کرے گا تو پھر تا ابد تیری عبادت نہیں کی جائے گی''

(محمد آصف' ہیلتھ ہسپتال فیصل آباد)

☆..........☆..........☆

عشق مصطفےٰ ﷺ ایمان کی شرط ہے

محمد عمران معاویہ حسینی...... بھکر

علامہ علی شیر حیدری کی تقریر سے اقتباس

قابل صد احترام علماء کرام توحید و سنت کے پروانو اور اصحابؓ رسولؐ کے سرفروش سپاہیو اور خوشاب کے باشعور اور غیرت مند مسلمانو!

جس نے ساری زندگی مٹھاس نہ دیکھا ہو......

وہ آپ سے پوچھے کہ مٹھاس کسے کہتے ہیں؟ تو مٹھاس کی تعریف حقیقت و ماہیت آپ کیسے بیان کریں گے؟ اسے کیسے سمجھائیں گے؟ کہ مٹھاس کسے کہتے ہیں؟ آپ بیان کر کے حقیقت و ماہیت کو واضح کر کے لفظوں میں مٹھاس سمجھا سکتے نہیں۔

اسی طرح حقیقت عشق سمجھائی نہیں جا سکتی لفظوں سے مٹھاس سمجھایا نہیں جا سکتا۔ اگر تجھے مٹھاس کی حقیقت معلوم کرنا ہے تو پھر تجھے مٹھاس کو چکھنا پڑے گا۔

عشق مصطفیٰ کو سمجھنا ہو تو پھر ایسے سمجھ نہیں آئے گا۔ عشق مصطفےٰ کو سمجھنا ہو تو مکہ کی گلیوں میں بلالؓ کو گھسٹتے دیکھنا پڑے گا' سیدنا صدیق اکبرؓ کو دیکھنا پڑے گا کہ مار مار کر بے ہوش کر دیا گیا ہے لیکن ہوش آیا ہے نہ کھانے کی بات کی ہے' نہ پینے کی بات کی ہے' نہ ماں کی بات کی ہے نہ ابا کی بات کی ہے ہوش آیا ہے تو پہلا لفظ زبان پر یہ ہے کہ میرے محبوب کا کیا حال ہے؟

☆...... اگر تجھے عشق مصطفےٰ دیکھنا ہے تو پھر تجھے مکہ کی گلیوں کا معائنہ کرنا پڑے گا۔

☆...... یہاں تجھے گرم ریت پر لیٹے ہوئے صحابہ کرام نظر آئیں گے

☆...... یہاں تجھے بندھے ہوئے صحابہ کرام نظر آئیں گے۔

☆...... رسیوں میں جکڑے ہوئے صحابہ کرام نظر آئیں گے۔

☆...... یہاں تجھے گرم انگاروں پر لیٹے ہوئے صحابہ کرام نظر آئیں گے۔

☆...... یہاں تجھے سینے پہ کیلیں گڑھے ہوئے صحابہ کرام نظر آئیں گے...... لیکن وہ بندھے ہوئے ہوں گئے ہوئے ہوں' گرم ریت پر لیٹے ہوئے ہوں پتھروں کے نیچے دبائے ہوئے ہوں' ان کی زبان پر محمدؐ عربی کا نام ہوگا...... یا محمدؐ کی پیغام ہوگا۔

عشق مصطفےٰ کو سمجھنا ہو تو کے میں دیکھ' غار ثور میں جھانک یا بدر و حنین کا نظارہ کر اور خندق کا نظارہ کر' کہ جب صحابہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم وہ نہیں جیسے موسیٰ تھے' جنہوں نے کہا اے موسیٰ آپ جائیں اور آپ کا رب ساتھ جائے آپ جا کر جہاد کریں ہم تو یہاں بیٹھیں گے جب آپ فتح کریں گے تو پھر ہم آئیں گے ہم وہ نہیں ہیں کہ آپ کو کہیں آپ جائیں ہم یہاں آرام کریں۔ ہم وہ نہیں ہیں کہ اپنے محبوب کو اکیلا چھوڑ دیں بلکہ محبوب ہم آپ کے آگے سے لڑیں گے' ساتھ لڑیں گے' دائیں سے لڑیں گے' بائیں سے لڑیں گے' پیچھے سے دفاع کریں گے آپ کے قدموں میں جان دینا ہم دونوں جہانوں کی سعادت سمجھتے ہیں۔ جب بدر کی تیاری کرتے ہوئے آقا نے اعلان کیا کہ لوگو دشمن حملہ کرنا چاہتا ہے کیا مشورہ ہے مہاجرین سنو انصار سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا مہاجرین نے کہا چلیے' انصار خاموش۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا انصار تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ ہم سے کچھ بلوانا چاہتے ہیں ہم بولنا نہیں چاہتے تھے ہم اشارے کے منتظر تھے یا رسول اللہؐ آپ کا اشارہ ہونے کی دیر ہے اور ہمارا سب کچھ قربان ہوتا آپ دیکھیں۔

میرے دوستو! عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو آپ اصحاب رسول اور ان کی زندگیوں کا مطالعہ کریں اور معائنہ اور مشاہدہ کریں۔

عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو آپ کو ابوحنیفہ کو جیل میں دیکھنا پڑے گا۔

عشق کی سختیاں برداشت کرنا دیکھنا ہو تو پھر امام احمد بن حنبل کو مار کھاتے دیکھنا پڑے گا۔

پھر امام ابن تیمیہ کو جیل میں دیکھنا پڑے گا۔

پھر امام مالک کی سختیاں معلوم کرنا پڑیں گی۔

عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو پھر آپ کو امام ربانی مجدد الف ثانی کو گوالیار کے قلعے میں بند دیکھنا پڑے گا۔

اگر عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو شاہ ولی اللہ کی قربانیاں دیکھنی پڑیں گی۔

اگر عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو شاملی کے میدان کا معائنہ کرنا پڑے گا۔

اگر عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو ساری ساری رات جاگ کر حضور پر درود شریف پڑھنے والے حسین احمد مدنی اور شیخ الہند کو مالٹا کی جیل کا معائنہ کرتے پڑے گا۔

اگر عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو پھر میانوالی اور جھنگ کی جیل میں حق نواز جھنگوی کو دیکھنا پڑے گا۔

اگر عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو پھر آپ کو مفتی محمود اور ہزاروی کی جدوجہد دیکھنی پڑے گی۔

اگر عشق مصطفےٰ کو دیکھنا ہو تو چکی پیتے اور قرآن پاک پڑھتے ہوئے عطاء اللہ شاہ بخاری کو دیکھنا پڑے گا۔

اگر عشق مصطفےٰ کو دیکھنا ہو تو برف کے سل پر لیٹے ہوئے لاہوری کو دیکھنے پڑے گا۔

اگر عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو پھر بم دھماکے سے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کو دیکھنا پڑے گا۔

اگر عشق مصطفےٰ دیکھنا ہو تو مصطفےٰ کے غلاموں کی عزت و عظمت کے لئے علماء اور کارکنوں کو گولیوں سے بھنتا دیکھنا پڑے گا۔

اگر عشق مصطفےٰ دیکھنا سمجھنا ہو تو میدان میں اتر کر دیکھو پھر پروانوں کو دیکھو سمجھ جاؤ گے کہ یہاں کوئی کشش ہے اور کشش کا کیا مطلب؟

طفیل بن عمرو دوسی آتا ہے مہمان ہے۔ ابوجہل کمینے نے کھلایا پلایا...... جب سونے کا وقت آیا تو روئی لے کر آ گئے یہ لیجئے۔ طفیل بن عمرو دوسی یمن کے قریب چھوٹی سی اپنی ایک ریاست کا رئیس ہے آزاد رئیس ہے بادشاہ نما رئیس ہے۔ اس نے کہا کہ کیا کروں میزبان نے فوراً کہا یہ کانوں میں ڈال لیجئے...... کیوں؟ اس نے کہا یہاں پر ایک جادوگر پیدا ہوا ہے کچھ ایسا کلام سناتا ہے جو سنتا ہے غلام بن جاتا ہے۔ دوسی نے روئی لی اور کان میں ڈالی سو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے اپنے دل میں خیال آیا کہ طفیل تو بے وقوف تو نہیں...... آخر تو عقل مند اور سمجھدار آدمی ہے پھر تو ایک رئیس اعظم ہے۔ عجیب بات ہے کہ تو ایک آدمی کے ڈر سے کان میں روئی ڈال کر پڑ گیا۔ تجھے اس آدمی کی بات سننی چاہیے اگر معقول ہو ماننے کے قابل ہو مان لینا نہ ماننے کے قابل ہو تو نہ ماننا۔ روئی نکال کر باہر پھینکتا ہے اور چل پڑتا ہے۔ دیکھتا کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے ہیں' تلاوت سننے کے بعد یہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ الفاظ نہ کسی شاعر کے ہیں اور نہ کسی انسان کے ہیں یہ تو رب رحمٰن کے ہیں۔ آگے بڑھ کر عرض کرتا ہے کہ قوم آپ کے متعلق کچھ اور کہتی ہے مجھے تو آپ کچھ اور نظر آتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو یہی کچھ کہتا ہوں جو تو سن رہا ہے۔ عرض کیا کہ آپ یہی فرماتے ہیں تو مجھے بھی اپنے سلسلہ غلامی میں داخل کر لیجئے' کلمہ پڑھنے کے بعد عرض کرتا ہے یا رسول اللہؐ میں دیکھتا ہوں قوم آپ کو ستاتی ہے۔ آپ یہاں سے ہجرت کر کے میرے ساتھ چلیں' وہاں میں اپنا تاج آپ کے سر پر رکھ دوں گا اور میں ساری زندگی آپ کا غلام بن جاؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طفیل ابھی تک مجھے ہجرت کا حکم نہیں ملا' نبی اور نبیوں کا سردار نبی اپنی مرضی سے قدم نہیں اٹھاتا۔ طفیل تیرے ساتھ میں نہیں چل سکتا اگرچہ میرے اوپر کوڑا کرکٹ ڈالا جا رہا ہے' گالیاں دی جا رہی ہیں' گستاخیاں کی جا رہی ہیں' ظلم و ستم ہو رہا ہے لیکن میں تیرے ساتھ چل نہیں سکتا۔ نبی چل ہی نہیں سکتا جب تک بلایا نہ جائے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا تب جاؤں گا اور جدھر حکم ہو گا ادھر جاؤں گا' اپنی مرضی سے طفیل کے گھر نہیں تو پھر مان لو کہ صدیق کے دروازے پر جاتے ہیں تو خود نہیں جاتے بھیجا جاتا ہے۔ اپنی مرضی سے جانا ہوتا تو طفیل بن عمرو دوسی کے ساتھ جاتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک قدم نہیں چلے۔ طفیل نے فرمایا کہ آقا جب ہجرت کا حکم ہو تو مجھے بتلا دیجئے گا میں آپ کو لینے آ ؤں گا۔

فرمایا طفیل اجازت جب ملے گی تب جاؤں گا اور جدھر ملے گی ادھر جاؤں گا اور جب اجازت ملی تو یہ نہیں کہا گیا کہ یہاں سے نکل جایئے بلکہ بتلایا گیا کہ آپ یہاں سے نکلیے اور صدیق اکبرؓ کے دروازے پر جایئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے انتظار میں ہیں' دروازے پر آتے ہیں صدیق اکبر سامان لئے تیار کھڑے ہیں' باہر نکل آتے ہیں۔ فرمایا ابوبکر پہلے سے تیار ہو یا رسول اللہ پہلے سے تیار ہوں صدیق اکبرؓ آپ کو بتلایا تو نہیں گیا تھا' یا رسول اللہ ایک دن آپ نے فرمایا تھا کہ ہجرت کا حکم آئے گا اور ہمیں مکہ چھوڑ کر جانا پڑے گا اس وقت سے ہمیشہ تیار ہو کے یوں دروازے پر منتظر تیار ہوں۔ معلوم نہیں آقا کب تشریف لے آ ئیں یہ نہ ہو آقا دروازے پر میرا انتظار کرتے رہیں۔ اسی لئے اس دن سے تیار ہو کر دروازے پر منتظر ہوں۔

میرے دوستو! طفیل بن عمرو دوسی چلا تو گیا دعائیں کرتا رہا کہ کاش یہ خوش قسمتی میرا مقدر بن جائے کہ محبوب ہجرت کر کے ادھر آ ئیں لیکن یہ رئیسوں کا حصہ نہیں تھا یہ فقیروں کا حصہ تھا اور انہوں نے وہاں آنا تھا...... جب آقا مدینہ منورہ تشریف لائے تب طفیل دوسی کو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی راہ ادھر نہیں تو ریاست اور ملک کا سارا انتظام چھوڑ کر اپنے کئی خاندانوں کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بننے مدینہ لے آیا اور پھر واپس نہیں گیا۔ ریاست اور زیورات میں ایسا مزہ نہیں جو آپ کے عشق میں مزہ ہے۔

میرے دوستو! مصطفےٰ کے ساتھ عشق...... مصطفےٰ کے ساتھ تعلق اور محبت یہ شرط ایمان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب تک کوئی مومن نہیں بن سکتا' اس کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا...... جب تک محمدؐ کے ساتھ اپنے والدین سے' اپنی اولاد سے' اپنی جان سے اور ساری کائنات سے زیادہ محبت نہ رکھے۔ یعنی ایمان تب ہو گا جب عشق مصطفےٰ ہو گا۔

جب عشق مصطفےٰ نہ ہو...... ایمان نہیں آتا۔
عشق مصطفےٰ نہ ہو...... اسلام نہیں آتا۔
عشق مصطفےٰ نہ ہو...... نجات نہیں ملتی۔
عشق مصطفےٰ نہ ہو...... ہدایت نہیں ملتی۔
عشق مصطفےٰ نہ ہو...... صراط مستقیم نہیں ملتی۔
عشق مصطفےٰ اول ہے سب کچھ بعد میں ہے۔

یہ عشق نہیں تو اور کیا ہے؟ غلاموں کے نام پر بھی سب کچھ قربان' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جناب صدیق اکبرؓ، جناب عمر فاروقؓ، جناب عثمان غنیؓ، علی حیدرؓ نے ہمیں کیا دیا تھا۔ یہی نا کہ مصطفےٰ کا پیغام دیا تھا یہی نا مصطفےٰ کا ساتھ دیا تھا...... انہوں نے مصطفےٰ پر جانیں قربان کیں' ہماری جانیں ان پر قربان ہیں۔

میرے دوستو! آپ بھی دعویٰ کرتے ہیں' میں بھی دعویٰ کرتا ہوں کہ ہم مصطفےٰ کے ساتھ عشق رکھتے ہیں لیکن اس کا عملی ثبوت چاہیے آپ مصطفےٰ کے ساتھ عشق رکھتے ہیں اگر تیری محبت اور عشق صادق ہے تو پھر تجھے فرمانبردار بننا چاہیے' عاشق معشوق کا محب محبوب کا' طالب مطلوب کا نافرمان نہیں ہو سکتا اور آپ کو محبت ہے تو پھر آج عہد کریں اپنی زندگی کو سنت کے مطابق بنائیں گے۔ اپنی سیرت کو' اپنی صورت کو' اپنے اعمال کو اپنے عقائد کو' اپنی عادات کو' اپنے حالات کو' اپنی شادی کو اپنی غمی کو سنت کے تابع کر دیں گے۔ جب سنت آئے گی تو خدا کی نصرت آئے گی' جب خدا کی نصرت آئے گی تو کفر آپ کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا اور جب آپ سنت پہ آ ئیں گے تو پھر جن عادات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنایا ان کو اپنانا پڑے گا۔

جو صورت مصطفےٰ نے بنائی تابعداری کر کے وہی صورت بنانی پڑے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پابندیاں عائد کیں وہ کرنی پڑیں گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پسند کیا وہ پسند کرنا پڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے نفرت کی اس سے نفرت کرنا پڑے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیا پسند تھی حیا کو اپنانا پڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے حیائی سے منع فرمایا' بے حیائی سے بچنا پڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیرت پسند تھی تو غیرت اپنانا پڑے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرافت پسند تھی تو شرافت اپنانا پڑے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صداقت پسند تھی تو صداقت اپنانا پڑے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عدل پسند تھا عدل کو اپنانا پڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شجاعت پسند تھی شجاعت کو اپنانا پڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جن سے پیار ہے ان سے پیار رکھنا پڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جن سے دشمنی تھی ان سے دشمنی رکھنی پڑے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جن کے ساتھ محبت کا برتاؤ ہے ان کے ساتھ تعلق محبت رکھنا پڑے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن سے بیزار ہیں ان سے بیزار ہونا پڑے گا۔

آج میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کس کا پڑھتے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے زار کس سے ہوتے ہیں' لے جاؤ، لے جاؤ اس کو میں نہیں اس کا جنازہ پڑھتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نہیں جنازہ پڑھتا اس کا کیوں؟ یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا' یہ میرے عثمان سے جلتا تھا تم جنازہ لے کر آ گئے ہو...... اس کا میں جنازہ پڑھوں؟ میں رحمۃ اللعالمین ضرور ہوں' میں صاحب خلق عظیم ضرور ہوں لیکن یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا۔ لہٰذا اللہ کا آخری نبی میں محمد اس کا جنازہ نہیں پڑھ سکتا' نہیں پڑھ سکتا' نہیں پڑھ سکتا۔ تم کہتے ہو مروت ہے' شہرداری ہے' دنیاداری ہے' برادری ہے۔

تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے اخلاق والے ہو۔

تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے خلق عظیم والے ہو۔

تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے رحمۃ اللعالمین بنتے ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے زار ہو کے بتا دیا کہ جو میرے صحابہ سے بغض رکھتا ہے میں محمد اس کا جنازہ نہیں پڑھتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جن سے پیار تھا ان سے پیار کرنا پڑے گا اور الحمدللہ ہم ان سے پیار رکھتے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیار ہے' ان سے ہمیں بھی پیار ہے یہ پیار نہیں ہے کہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں بھی مزہ دیتی ہیں۔

یہ پیار ہی تو ہے جو بچوں کی محبت سے آگے ہو جاتا ہے۔

یہ عشق مصطفےٰ ہی تو ہے جو کاروبار کی محبت سے آگے ہو جاتا ہے۔

یہ عشق مصطفےٰ ہی تو ہے کہ ہر چیز قربان کرتے ہوئے مزہ آتا ہے۔

لیکن عشق والے نہ وہاں بکے تھے نہ یہاں بکے ہیں۔ نہ وہاں بکے تھے...... نہ یہاں بکے ہیں۔ نہ وہاں جھکے تھے نہ یہاں جھکے ہیں۔

حکمرانو! اس سے آگے تمہارا ذہن جواب دے گیا ہے' تمہاری سوچ جواب دے گئی ہے آپ نے کوئی رعایت نہیں کی' آپ کی سوچ جواب دے گئی آپ سمجھتے ہیں کہ اس سے زیادہ ظلم ہو نہیں سکتا' اس سے زیادہ تشدد ہو نہیں سکتا۔

لہٰذا اس طریقے کو چھوڑ دو پھر اللہ رب العزت کے سامنے تم سرخ رو ہو جاؤ گے لیکن اب ضروری یہ ہے کہ اب گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے اصحاب رسولؐ کی عزت وعظمت کے تحفظ کے لئے قانون بنا دو اس لئے کہ قتل کے ارادے سے آرہا ہے لیکن سمجھ جانے کے بعد غلام بن جائے تو فاروق اعظم بنتا ہے۔

ہم تم سے کرسی نہیں مانگتے' تم سے پیغمبر کی جماعت کی عزت وعظمت کا تحفظ مانگتے ہیں' اماں عائشہ کے دوپٹے کے ناموس کا تحفظ مانگتے ہیں...... پھر یاد رکھو آپ کی جیلوں سے ہتھکڑیوں سے بیڑیوں سے ڈرنا ہمارے اسلاف کا طریقہ نہیں ہے' ہم بیڑیوں کو زیور سمجھتے ہیں' پوچھ لینا ان سے جن کے ذریعے تم نے پہنوائی تھیں۔

آؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی عزت وعظمت کے تحفظ کا قانون دے دو۔ عشق مصطفےٰ کو سمجھنے کے لئے آج کے دور میں ہماری قربانیاں دیکھ لیجئے' بہت ساری قربانیاں دینے کے باوجود ان کے جذبے میں' ان کے ولولے میں' ان کے ایمان میں' ان کے جوش میں کوئی فرق نہیں آیا...... اگر صحابہ کرام کا نام لینے والوں کا یہ حال ہے تو صحابہ کرام کا کیا حال ہوگا؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمت جرأت غیرت جوش وجذبہ اور ایمان وجرأت کے ساتھ اصحاب رسول کی اتباع نصیب فرمائے۔

(آمین)

سچی باتیں

☆...... پڑھنا چاہتے ہو تو کلام الٰہی پڑھو۔

☆...... لکھنا چاہتے ہو تو اچھی باتیں لکھو۔

☆...... جانا چاہتے ہو تو بیت اللہ جاؤ۔

☆...... آنا چاہتے ہو تو مظلوم کی مدد کو آؤ۔

☆...... اپنانا چاہتے ہو تو سنت رسولؐ اپناؤ۔

☆...... خوشی چاہتے ہو تو دوسروں کو ہمیشہ خوش رکھو۔

☆...... بولنا چاہتے ہو تو ہمیشہ سچ بولو۔

☆...... روکنا چاہتے ہو تو برائی سے روکو۔

☆...... مانگنا چاہتے ہو تو رب سے مانگو۔

☆...... کرنا چاہتے ہو تو والدین اور استاد کی خدمت کرو۔

☆...... عمل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے احکام پر عمل کرو۔

☆...... چھوڑنا چاہتے ہو تو بری عادتوں کو چھوڑ دو۔

☆...... لڑنا چاہتے ہو تو اسلام کی خاطر لڑو۔

☆...... جینا چاہتے ہو تو اسلام کی خاطر جیو۔

(عامر شہزاد، آف ملکھانوالہ فیصل آباد)

CamScanner

سچائی کیا ہے؟

مولانا وحیدالزمان خان

ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ تک سیدھی لکیر صرف ایک ہوتی ہے۔ اسی طرح بندے کو خدا تک پہنچانے والا سیدھا راستہ بھی کوئی ایک ہی راستہ ہو سکتا ہے۔ اسی راستہ کا نام سچائی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ سچائی کیا ہے اور اس کو کس طرح دریافت کیا جائے۔

ہماری خوش قسمتی سے سچائی جس طرح ایک ہے اسی طرح وہ میدان میں بھی تنہا ہے۔ یہاں کئی چیزیں نہیں ہیں۔ جن کے درمیان انتخاب کا سوال ہو۔ یہاں تو ایک چیز ہے اور ہمارے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ اس ایک کو مان لیں یہ واحد سچائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔ اگر آدمی سچائی کی تلاش میں فی الواقع سنجیدہ ہو تو وہ پائے گا۔ کہ خدا نے اس کو انتخاب کی آزمائش میں نہیں ڈالا۔ خدا نے ہم کو ایک ایسی دنیا میں رکھا ہے یہاں انتخاب حق اور ناحق کے درمیان ہے۔ نہ کہ حق اور حق کے درمیان۔ (یونس 32)

فلسفہ سچائی کی تلاش میں کم از کم پانچ ہزار سال سے سرگرداں ہیں مگر اس کی لمبی تلاش نے اس کو صرف اس مقام پر پہنچایا ہے کہ وہ خود اقرار کر رہا ہے کہ وہ آخری سچائی تک نہیں پہنچا اور نہ کبھی پہنچ سکتا۔ فلسفہ کا طریقہ یہ ہے کہ عقلی غور و فکر کے ذریعے سچائی تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے مگر عقل اپنی معلومات کے دائرہ میں غور کرتی ہے اور سچائی کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے بارے میں کوئی واقعی رائے قائم کرنے کے لئے پوری کائنات کا علم درکار ہے۔ کوئی فلسفی کبھی کائناتی معلومات تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے وہ سچائی کے بارے کوئی قطعی رائے بھی قائم نہیں کر سکتا۔

سائنس نے اس معاملہ میں اپنے کو میدان میں کھڑا ہی نہیں کیا ہے سائنس اپنی کھوج ان امور میں جاری کرتی ہے جہاں قابل اعادہ تجربات کے ذریعے نتائج تک پہنچنا ممکن ہو۔ سائنس پھول کی کیمسٹری کو موضوع بحث بناتی ہے مگر وہ پھول کی مہک کو اپنی بحث سے خارج قرار دیتی ہے کیونکہ پھول کے کیمیائی اجزا تولے اور ناپے جا سکتے ہیں مگر پھول کی مہک کو تولنے اور ناپنے کا کوئی ذریعہ سائنس کے پاس نہیں اس طرح سائنس نے اپنے دائرہ بحث کو خود ہی محدود کر لیا ہے۔ چنانچہ سائنس نے پیشگی یہ اقرار کر لیا ہے کہ وہ عالم حقائق کے جزوی پہلو سے بحث کرتی ہے وہ کلی حقائق کے بارے میں کوئی بیان دینے کی پوزیشن میں نہیں۔

روحانی شخصیات کا دعویٰ ہے یا کم از کم ان کے ماننے والے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ سچائی سے باخبر ہیں اور سچائی کے بارے میں قطعی معلومات دے سکتے ہیں۔ مگر اس عقیدہ کے لئے کوئی بنیاد موجود نہیں۔ روحانی شخصیات اپنے دعوے کے مطابق جس ذریعہ سے سچائی تک پہنچتی ہیں وہ روحانی ریاضتیں ہیں۔ مگر نام نہاد روحانی ریاضتیں حقیقتاً جسمانی ریاضتیں ہیں اور جسمانی ریاضتوں کے ذریعے روحانی دریافت بجائے خود بے اصل بات ہے دوسرے یہ کہ کوئی بھی روحانی شخصیت اپنی ذات میں ان محدودیتوں سے خالی نہیں جن محدودیتوں کا شکار اس جیسے دوسرے تمام انسان ہیں۔ دوسرے انسان اپنی جن محدودیتوں کی وجہ سے سچائی تک نہیں پہنچ سکتے وہی محدودیتیں خود ان روحانی شخصیتوں کی راہ میں حائل ہیں۔ کسی بھی قسم کی ریاضت آدمی کو اس کی فطری محدودیتوں سے بالا نہیں کر سکتی۔ اس لئے کسی بھی قسم کی ریاضت اس کو مطلق سچائی تک نہیں پہنچا سکتی۔

اس کے بعد میدان میں صرف پیغمبر رہ جاتے ہیں۔ پیغمبر وہ انسان ہے جو یہ کہتا ہے کہ خدا نے اس کو چنا ہے اور اس پر سچائی کا علم اتارا ہے تا کہ وہ اس کو تمام لوگوں تک پہنچا دے۔ اپنی نوعیت کی حد تک یہی ایک دعویٰ ہے جو اس معاملہ میں قابل اعتماد ہے کیوں کہ سچائی کا حقیقی علم صرف خدا ہی کو ہو سکتا ہے جو ازلی وابدی ہے اور تمام حقیقتوں سے براہ راست واقف ہے۔ خدا کا خدا ہونا ہی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ حقیقت کا کلی علم رکھتا ہو۔ اس لئے جو شخص یہ کہے کہ اس کو براہ راست خدا کی طرف سے سچائی کا علم پہنچا ہے اس کا دعویٰ یقیناً اس قابل ہے کہ اس معاملہ میں اس کا لحاظ کیا جائے۔

یہاں ایک سوال ہے۔ پیغمبر ہماری دنیا میں کوئی ایک نہیں بلکہ بہت سے ہیں۔ ان کی کتابیں بھی کئی ہیں۔ پھر کس پیغمبر کو مانا جائے تاہم آدمی اگر سچائی کی تلاش میں سنجیدہ ہو تو اس سوال کا جواب معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بلاشبہ ماضی میں خدا نے بہت سے پیغمبر بھیجے مگر انسان کے پاس ماضی کے کسی واقعہ کو ماننے کا واحد معیار یہ ہے کہ اس کو تاریخی اعتباریت حاصل ہو اور ایک کے سوا دوسرے تمام پیغمبر اس انسانی معیار پر پورے نہیں اترتے۔ آج ایک پیغمبر تاریخی پیغمبر ہیں اور دوسرے تمام پیغمبر اب محض اعتقادی پیغمبر۔ دنیا میں جتنے پیغمبر گزرے ہیں ان میں صرف ایک پیغمبر ہیں جن کو پورے معنوں میں تاریخی اعتباریت کا درجہ حاصل ہے اور وہ پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بارے میں ہر بات تاریخی طور پر معلوم اور مسلّم ہے۔ موجودہ زمانہ کی کسی شخصیت کے بارے میں ہم جتنا جانتے ہیں اس سے بھی زیادہ ہم پیغمبر عربی کے بارے میں جانتے ہیں۔ آپ کے سوا دوسرے تمام پیغمبر روایات کے اندھیرے میں گم ہیں۔ ان کے بارے میں مکمل تاریخی معلومات حاصل نہیں۔ نہ ان کی چھوڑی ہوئی کتاب آج اپنی اصل صورت میں محفوظ ہے۔ یہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی زندگی تاریخی طور پر پوری طرح معلوم ہے اور وہ کتاب بھی ادنیٰ تبدیلی کے بغیر کامل صورت میں موجود ہے جس کو آپ نے یہ کہہ کر لوگوں کے حوالے کیا تھا کہ یہ میرے پاس خدا کی طرف سے آئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علمی و عقلی اعتبار سے دیکھا جائے تو "سچائی کیا ہے" کے سوال کا جواب نہ صرف نظری طور پر ایک ہے بلکہ عملی طور پر بھی میدان میں صرف ایک ہی جواب موجود ہے۔ یہاں دوسرا کوئی جواب حقیقی طور پر موجود ہی نہیں۔ ہمیں بحث سے

جوابات میں سے ایک جواب کو چنتا نہیں ہے بلکہ ایک ہی موجود جواب کو اختیار کرتا ہے۔

یہ سچائی خدا کی بات ہے اور خدا کی بات ہمیشہ ایک رہتی ہے۔ جس طرح دنیا کی دوسری چیزوں کے لئے خدا کا حکم ہمیشہ سے ایک ہے۔ اسی طرح انسان کے لئے بھی خدا کا حکم ایک ہے اور ہمیشہ ایک رہے گا۔ زمین و آسمان کا قانون اربوں سال گزرنے پر بھی نہیں بدلتا۔ درخت اور پانی کے اصول جو ایک جغرافیہ میں ہوتے ہیں وہی دوسرے جغرافیہ میں ہوتے ہیں...... یہی حال انسان کے بارے میں خدا کے حکم کا بھی ہے۔ انسان کے بارے میں خدا کا جو حکم ہے وہ وہی آج بھی ہے جو ہزاروں سال پہلے تھا۔ وہ ایک ملک کے انسانوں کے لئے بھی وہی ہے جو دوسرے ملک کے انسانوں کے لئے۔

زندگی کے کچھ پہلو ایسے ہیں جو بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً سواریاں، مکانات وغیرہ۔ مگر سچائی کا تعلق اس قسم کی چیزوں سے نہیں، سچائی کا تعلق اس "انسان" سے ہے جو ہمیشہ ایک حالت میں رہتا ہے۔ سچائی کا تعلق اس سے ہے کہ آدمی کس کو اپنا خالق و مالک سمجھے۔ وہ کس کے آگے جھکے اور کس کی عبادت کرے۔ وہ کس سے ڈرے اور کس سے محبت کرے۔ وہ کامیابی اور ناکامی کو کس معیار سے جانچے۔ اس کی زندگی کا مقصد اور اس کے جذبات کا مرکز کیا ہو...... لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے وہ کن قواعد کے تحت ان سے معاملہ کرے۔ سچائی کا تعلق زندگی کے انہیں امور سے ہے اور یہی امور وہ ہیں جن کا کوئی تعلق زمانہ یا جغرافیہ سے نہیں۔ وہ ہر مقام پر اور ہر زمانہ میں یکساں طور پر ہر ایک سے مطلوب ہوتے ہیں۔ خدا ایک ہے اور ابدی ہے۔ ٹھیک اسی طرح سچائی بھی ایک ہے اور اسی کے ساتھ ابدی بھی۔

☆......☆......☆

﴿ہیرے جواہرات﴾

☆......علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

☆......علم دین کے خزانوں کا راستہ ہے۔

☆......علم سے دل کو روشنی ملتی ہے۔

﴿محمد اقبال آف ضیا نوالہ ضلع فیصل آباد﴾

خدا پرستی انسان دوستی

مولانا عبیداللہ سندھی

محمد تحسین حیدری، متعلم جامعہ مدینۃ العلم فیصل آباد

میرے نزدیک ساری آسمانی کتابیں دراصل وحدت انسانیت کی ترجمان ہیں اور حقیقت شناس حکیم بھی اسی فکر کے مفسر تھے لیکن ہوا یہ کہ ان کے متبعین نے اپنی الگ الگ ٹولیاں بنالیں اور اپنی ٹولی کو اور اپنی ٹولی کی بات کو وہ ساری انسانیت کا مدعا جاننے لگے۔ ہر قوم کا دعویٰ ہے کہ ہمارا نبی آخری ہے اور ہمارا دین سب سے سچا دین ہے۔ ہر قوم اس کے ثبوت میں دلیلیں دیتی ہے۔ برہان و منطق کے زور سے اپنی بات منوانے پر اصرار کرتی ہے۔ دوسروں کی کتابوں میں عیب تنقیح (نقص) نکالتی ہیں اور ان کتابوں پر اعتراضات ہوں تو ان کی صفائی پیش کرتی ہے۔ کیا ایک حقیقت جویا (متلاشی) اس صورتحال سے پریشان نہیں ہو جاتا؟؟ آخر یہ کیسے پتہ چلے کہ اصل ہدایت کہاں ہے؟ اور حق کیا ہے؟

ان الجھنوں سے نکلنے کا صرف ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ مذاہب اور آراء کے ان اختلافات کو ایک طرف رکھو اور عام انسانیت کی تاریخ کا مطالعہ کرو اور پھر پتہ لگاؤ کہ آخر مجموعی انسانیت کا طبعی تقاضا کیا ہے۔ انسان کن باتوں سے قعر تنزل (پستی کے گڑھے) میں گرے اور کون سے اصول تھے جن پر چل کر وہ بام رفعت (بلندی) پر پہنچے۔ اس تلاش و جستجو کے بعد انسانوں کی اس طویل تاریخ میں جو اصول سب قوموں میں آپ کو مشترک نظر آئیں گے وہ فطرۃ اللہ ہے اور یہی دین قیم ہے اور جو تعلیم مجموعی انسانیت کی اس فطرت کے مطابق ہوگی وہی حق ہے۔

قرآن مجید کے برحق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایسی تعلیم دیتا ہے جو سب انسانوں کے فطری رجحانات کی آئینہ دار اور ساری نوع انسانی کے فائدے کے لئے ہے لیکن اگر قرآن کو ایک فرقہ یا گروہ کی کتاب بنا دیا جائے تو پھر یہ ثابت کرنا کہ وہ ازلی اور ابدی ہے اور اس کی تعلیمات سب کے لئے ہیں اور ہر زمانے کے لئے ہیں' بڑا مشکل ہے۔ قرآن کی عالمگیریت محض اس بناء پر ہے کہ وہ کل انسانیت کی کتاب ہے۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ انسانیت کی ترقی کے لئے ہر دور میں اچھے لوگ آتے رہے' ان حق شناس بندوں نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے اپنے وقت میں تعلیمات الٰہی کی تبلیغ کی اور اس طرح انسانیت کا قافلہ منزل بہ منزل آگے بڑھتا چلا گیا۔ عہد ماضی کے یہ روشن نقوش انسانی تاریخ کے صفحات پر کم و بیش کچھ رد و بدل کے ساتھ ثبت ہیں۔ قرآن کے عالم کو چاہیے کہ وہ انسانی تاریخ کے اس مطالعے سے معلوم کرے کہ انسانی ترقی کے عام اور غیر متبدل قوانین کون سے ہیں۔ اس کے بعد وہ قرآن پر غور کرے وہ دیکھے گا کہ قرآن ان ہی عالمگیر اور ناقابل تغیر اصول حیات کو پیش کرتا ہے۔ یہ قرآن کا صحیح مفہوم ہے اور یہی چیز ہے جو ازل سے ابد تک قائم رہے گی اور اسی کے ماننے میں تمام انسانوں کا بھلا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے' تمام انسانوں میں ایک وحدت فکری ہے اور ان میں یہی ایک نکتہ اشتراک ہے جس سے ادیان' اجناس اور اقوام کے اختلاف کم ہو سکتے ہیں...... نیز قرآن اور دوسری الٰہی کتابیں اسی وحدت فکری کی ترجمان ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مذہب نے اپنی ایک ملت (جماعتی تنظیم) بنائی اور اس ملت کو اپنے لئے شریعت یعنی قانون بنانے کی ضرورت پڑی۔ ایک ملت نے ایک وضع اختیار کی اور دوسری ملت نے دوسری وضع۔ ایک کی شریعت کچھ اور تھی اور دوسری کی کچھ اور۔ اب اگر ہم ان تمام ادیان کی وحدت مان بھی لیں تو شریعتوں کے ان اختلافات کا کیا جواب ہے؟

بات یہ ہے کہ قانون نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک خاص قوم کے خاص حالات اور خاص زمانے کے تقاضوں

گا۔ زمانہ بدلتا ہے اس کے ساتھ اس کے تقاضے بھی بدلتے ہیں اور حالات میں بھی تبدیلی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ کل یوم ھو فی شان ۔۔۔۔۔ یعنی ہر نیا زمانہ شان اللہ ہے اور اللہ کے شؤون کی نہ کوئی حد ہے اور نہ حساب نئے زمانے کو نہ ماننا اور اس کے تقاضوں کا انکار کرنا ''شؤون اللہ'' کا انکار ہے۔ شاہ ولی اللہ کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کی تعلیم کا صحیح تجزیہ کیا۔ حکمت جو دائمی، سرمدی اور عالمگیر ہے۔ اس کو قانون سے نمایاں کر کے دکھایا۔ چونکہ قانون کا قوم کے مزاج اور حالات سے متاثر ہونا ضروری ہوتا ہے اس لئے قانون ابدی اور سرمدی نہیں ہو سکتا۔ ابدیت صرف حکمت کو ہے اور قانون کی حیثیت ایک نمونے اور مثال کی ہوتی ہے۔ الغرض قرآن نے جو حکمت پیش کی ہے وہ ابدی ہے۔

اب اگر قرآن کو یوں سمجھا جائے تو آدمی ہر عامی و فاضل (عام و خاص) کو قرآن کا مفہوم ذہن نشین کرا سکتا ہے۔ اپنے مذہب والے کو بھی سمجھا سکتا ہے اور غیر مذہب والے اور لامذہب کو بھی قائل کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں ہر وہ شخص جو سوچتا ہے اور سوچ سمجھ کر دنیا میں چلنے کا خیال رکھتا ہے وہ کسی مذہب کا ہو یا اس کا کوئی مذہب نہ ہو وہ قرآن کے اس مفہوم کو ضرور مانے گا۔ مقصد یہ ہے کہ زمانے کے ساتھ ساتھ لازماً زندگی کے مظاہر بدلتے جاتے ہیں لیکن مظاہر کی تبدیلی کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اب زندگی کی اصلیت میں بھی کوئی فرق آ گیا ہے۔ بے شک قرآن کی تعلیم کا نتیجہ ایک زمانے میں ایک خاص مظہر میں جلوہ گر ہوا۔ اب ضروری نہیں کہ وہ دوسرے زمانے میں پھر بعینہٖ اسی صورت میں ظاہر ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں تیر و کمان تلوار اور ڈھال سے جہاد ہوتا تھا اور مجاہدین اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کو نکلتے تھے اب قرآنی تعلیم نے اگر بھی اپنے پیروکاروں کو جہاد پر آمادہ کیا تو ضروری نہیں کہ پھر تلوار ڈھال اونٹ اور گھوڑوں کی نوبت آئے۔ اسی طرح خلافت راشدہؓ کے دور میں مساوات اور انصاف کا اصول ایک خاص نہج پر نافذ ہوا۔ اب زندگی بہت کچھ بدل گئی ہے اور اس کے ساتھ زندگی کی ضرورتیں بھی بدل گئی ہیں۔ اس لئے مساوات اور انصاف کا حلقۂ اثر بھی بہت وسیع ہوگا۔ یعنی مقاصد تو وہی رہیں گے لیکن ان کی عملی شکل حالات و اسباب کی تبدیلی کی وجہ سے پہلی سی نہ ہوگی۔ اصل مقصد کا تعلق حکمت سے ہے اور عملی شکل کا نام قانون ہے۔

مختصراً قرآن کا مقصود اصلی انسانیت عامہ کا تزکیہ اور اس کا ارتقاء ہے۔ وہ تمام انسانیت کو اس بنیادی اصول و مقصد کی طرف لوٹانے آیا تھا۔ اس کا پیغام یہ تھا کہ سب انسان ایک ہیں رنگ و نسل اور قوم کا فرق حقیقی نہیں۔ دھڑے بندیاں اور گروہ بنانے کی طبقہ وارانہ ذہنیت غلط ہے قرآن نے زندگی کے یہی عالمگیر اور ناقابل تغیر اصول پیش کئے ہیں ان کو اگر غور سے سمجھ لیا جائے تو ذہن وحدت انسانیت کی صحیح روح کو پالیتا ہے۔

اسی بناء پر قرآن نے اپنے ابتدائی عہد میں قیصریت اور کسرویت کو جو اس وقت استحصال بالجبر کی بدترین مظہر تھیں ختم کرنے کی دعوت دی اور اس کی جگہ ایسا نظام قائم کیا جس میں انسانی مساوات ہر ایک سے انصاف اور اخوت بنیادی اصول تھے۔ قرآن کی تعلیمات کا دارو مدار ہمارے خیال میں انہی اعمال صالحات پر ہے اور چونکہ جب تک اعلیٰ اور بلند نصب العین انسان کے سامنے متعین نہ ہو اس سے اعمال صالحات کا ظہور ممکن نہیں ہوتا۔ اس لئے قرآن نے بار بار ایمان باللہ پر زور دیا ہے یعنی ایمان نصب العین ہے اور مساوات، انصاف اور اخوت کے ذریعے انسانیت عامہ کی فلاح و بہبود اس نصب العین کو عمل میں لانے کا ذریعہ اور طریق۔ اگر نظر بصیرت سے دیکھا جائے تو ایمان باللہ کا عقیدہ انسانیت کے لئے ایک بلند اور اعلیٰ نصب العین کی حیثیت رکھتا ہے اور اس دنیا میں اس سے ارفع تصور ممکن نہیں۔ اللہ کے تصور میں وحدت انسانیت اور وحدت کائنات سب آ جاتے ہیں اور ذہن کے سامنے لامحدود آفاق اور بے کنار وسعتیں واشگاف ہو جاتی ہیں۔ اللہ کا صحیح تصور سب پنہائیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے اور فکر انسانی کی کوئی بلندی اور وسعت نہیں جو اس تصور سے بلند تر اور وسیع تر سوچی جا سکے۔

ایمان باللہ کی سب سے اونچی منزل یہ ہے کہ آدمی یہ مانے کہ اس زمین اور آسمان میں اگر کوئی وجود حقیقی ہے تو اسی کا ہے جو کچھ ہے سب اسی کا فیضان ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اس کا اصلی سبب وہی ہے۔ ایمان باللہ یا خدا پرستی کی ایک منزل انسان دوستی ہے اگر آدمی یہ مانتا ہے کہ سارے انسان اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اس کو خالق حقیقی سے محبت ہے تو لازمی ہے کہ اس کی مخلوق سے بھی محبت ہو اور اگر اسے مخلوق سے محبت نہیں تو یہ سمجھو کہ وہ خدا کی محبت کے دعویٰ میں سچا نہیں، خدا پرستی کی پہچان اس دنیا میں تو یہی ہے کہ خدا پرست انسان کو خدا کے سارے بندوں سے محبت ہو اور وہ خدا کی خوشنودی اس کی مخلوقات کی خدمت اور اس کی بہبودی میں ڈھونڈے۔

ہمارے صوفیائے کرام نے تو خدا پرستی کی اس عملی شکل یعنی انسان دوستی کو اصل دین قرار دیا تھا۔ ان کا تو یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ جسے صرف اپنے گروہ اور جماعت سے محبت ہے اور وہ دوسروں کو جو اس کے ہم عقیدہ نہیں نفرت سے دیکھتا ہے وہ سچا موحد اور خدا پرست نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنی تعلیمات میں ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ تمام انسانوں کو ''عیال اللہ'' سمجھو اور ان کا خود اپنا عمل بھی اس کا شاہد تھا لیکن اس سے یہ خیال نہ ہو کہ انہوں نے صواب و ناصواب اور ثواب و گناہ کی تمیز اٹھا دی تھی۔ بے شک وہ نیکوکار کو اچھا سمجھتے تھے۔ لیکن غلط کار کا انہیں اس نیکوکار سے زیادہ خیال رہتا تھا اور جس طرح ماں اپنے نافرمان بچے کے لئے زیادہ کڑھتی ہے اور اس کا اسے دوسروں سے زیادہ خیال ہوتا ہے اسی طرح غلط کار کو سیدھے راستے پر لگانے کے لئے یہ خدا پرست بزرگ بے قرار رہتے تھے۔ انسان دوستی، خدا پرستی یا ایمان باللہ کا یہی جذبہ تھا۔ جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر کا آرام قربان کر کے مکے والوں کو راہ راست پر لانے کے لئے بے تاب کر دیا تھا۔ گو آپ کو ہر نعمت میسر تھی اور ہر قسم کا اطمینان حاصل تھا لیکن دوسروں کا دکھ اور ان کی گمراہی تھی کہ آپ کو بے چین کئے دیتی تھی۔ چنانچہ وہ مکے میں اپنا پیغام سناتے پھرتے تھے طائف والوں کو جا کر حق کی دعوت دیتے تھے سختیاں ہوتیں تو صبر کرتے اور جو سختیاں کرتے ان کے لئے بددعا نہیں بلکہ دعا کرتے۔ درحقیقت تورات، انجیل اور قرآن سب اسی انسان دوستی کے مسلک کے ترجمان ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور عمل خدا پرستی کی اسی مادی شکل یعنی انسان دوستی کا نمونہ تھا۔ بعد والوں نے ان کی انسان دوستی کو اپنے اپنے گروہوں کی دوستی میں محدود کرلیا اور خدا پرستی جس سے مقصود یہ تھا کہ انسان کے دل میں مجموعی انسانیت کے لئے وسعت پیدا ہو جائے۔ اتنی مسخ ہوگی کہ خدا پرستی کے مدعی کے دل میں اپنی ذات کے سوا کسی اور کی سمائی مشکل ہوگی۔

صوفیائے کرام کی کتابوں اور ارشادات میں بار بار اسی انسان دوستی پر زور دیا گیا ہے۔ طرح طرح کی مثالوں سے یہ ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس وقت تک آدمی خدا پرست نہیں ہو سکتا جب تک سارے انسانوں سے اسے محبت نہ ہو۔

شیخ سعدی نے بوستاں میں اس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت لکھی ہے۔ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ جب تک کوئی مہمان دسترخوان پر موجود نہ ہوتا کھانا نہ کھاتے۔ ایک دفعہ کوئی مہمان نہ آیا دوپہر کو آپ گھر سے نکل کر مہمان کا انتظار کر رہے تھے سخت گرمی کا موسم تھا لو چل رہی تھی اور تپش کے مارے ہر ذی روح کا بُرا حال تھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ دور سے ایک بوڑھا گرتا پڑتا چلا آرہا ہے اس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ اس کا جسم گرد وغبار سے اٹا پڑا ہے۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے شوق سے مہمان کا استقبال کیا اور خوشی خوشی اسے مکان کے اندر لے گئے۔ دسترخوان چنا گیا اور آپ نے بسم اللہ کہہ کر لقمہ توڑا۔ مہمان نے اللہ کا نام لئے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تعجب ہوا...... پوچھنے پر اس نے کہا میں تو اللہ کو مانتا نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتنا سننا تھا کہ غصہ سے بے تاب ہو گئے اور اسے اسی حال میں بغیر کھائے پئے گھر سے باہر نکال دیا اس کے بعد فوراً ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ میں نے تو اپنے اس بندے کو سو سال تک کھانا پانی دیا اور اس کی ہر ایک وقت ضرورت کو پورا کیا لیکن تم سے یہ بھی نہ ہوسکا کہ میرے بندے کو ایک وقت کا کھانا کھلا سکتے۔

اسی مضمون کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مروی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک بندے سے پوچھے گا کہ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ حیران ہو کر کہے گا اے باری تعالیٰ! تیری ذات تو بھوک سے بے نیاز ہے تجھے کھانے کی کیا حاجت۔ پھر ارشاد ہوگا کہ میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ پھر کہے گا کہ میں ننگا تھا تو نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ ہر سوال کے جواب میں بندہ کہے گا کہ اے میرے رب! تجھے ان چیزوں کی کیا ضرورت' تیری ذات تو سب سے بے نیاز ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا ایک بندہ بھوکا تھا تو نے اسے کھانا نہ کھلایا۔ وہ پیاسا تھا تو نے اسے پانی نہ پلایا۔ وہ ننگا تھا تو نے اسے لباس نہ پہنایا۔ تو کہنا یہ ہے کہ سچی خدا پرستی آگے چل کر لازماً انسان دوستی کا موجب ہوتی ہے۔

قرآن مجید اسی خدا پرستی کی تعلیم دیتا ہے اور میں نے قرآن مجید سے یہی سیکھا ہے کہ سب انسانوں کو ایک سمجھو اور جس بات کو تم جانتے ہو کہ اس میں سب کا بھلا ہے وہ بات ہر ایک سے کہو سمجھاؤ بار بار اس کو ذہن نشین کراؤ اور اگر یہ بات اس کے دل میں راہ نہیں پیدا کرتی اور بیچ میں کچھ رکاوٹیں ہیں تو نرمی سے ان رکاوٹوں کو دور کرو اور اگر نرمی سے کام نہیں چلتا تو تم حکمت کے ساتھ طاقت استعمال کرو۔ یہ طاقت ان آدمیوں کے خلاف نہ ہوگی جو بُرائی کے مرتکب ہیں اور نہ اس کا محرک ان سے نفرت کا جذبہ ہوگا بلکہ دراصل ان رکاوٹوں کے خلاف ہوگی جو انسانوں کو انسانیت سے دور رکھنے کا سبب ہیں۔ محبت حق یہی ہے اور حق کے لئے جہاد کرنے کے یہی معنی ہیں۔ جہاد بے شک بدوں کے خلاف ہوتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اس سے مقصود بدی کا استیصال ہے اور بدی سے جنگ کرنا انسانوں کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

☆☆☆

﴿امام مالک رحمۃ اللہ کا فرمان﴾

☆......علم ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں رکھ دیتا ہے۔

☆..........☆

﴿غصے کے نقصانات﴾

☆...... غصے سے پیٹ میں السر (گیس) کی بیماری ہوتی ہے۔ جس گیسٹرائٹس کہتے ہیں۔

☆......خون میں کولیسٹرول کی سطح بڑھ جاتی ہے۔

☆......ذہنی دباؤ ہو جاتا ہے۔

☆......خون کی نالیوں میں رکاوٹ آ جاتی ہے۔ انہیں نقصان پہنچ سکتا ہے۔

☆......دل کی بیماری ہو سکتی ہے۔

☆......غصے سے آنتوں پر خراب اثر پڑتا ہے۔

☆......بیماروں سے بچاؤ کی طاقت (قوت مدافعت) کم ہو جاتی ہے۔

☆......غصہ درد کو بڑھاتا ہے اگر کوئی شخص کسی قسم کی بیماری یا درد میں گرفتار ہے تو غصہ میں بیماری یا درد زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

☆......اس سے سر کا درد مستقل ہو سکتا ہے۔

☆......غصہ جان لیوا بھی ہو سکتا ہے۔

☆......غصہ ہمارے پٹھوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

☆......غصہ زیادہ کرنے سے آدمی اپنی یادداشت کھو کر بے ہوش ہو سکتا ہے۔ اس سے فالج بھی ہو سکتا ہے۔

☆......غصہ غور وفکر کی قوت کم کر دیتا ہے۔

یہ تو تھیں جدید باتیں جو سائنس نے آج دریافت کی ہیں۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے غصے سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا:

کہ غصہ ایمان کو اس طرح ضائع کر دیتا ہے جیسے ایلوا (کڑوی شے) شہد کو۔

☆......☆......☆......☆......☆

﴿اقوال زریں﴾

(1) آنکھ کے پانی اور سمندر کے پانی میں جذبات کا فرق ہے۔

(2) مسکراہٹ انسان کو خوش اخلاق بناتی ہے۔

(3) بدترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو تنگ کرے۔ ﴿حافظ محمد اعجاز تراڑ انڈی﴾

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

جمالِ انورؒ

تذکرہ و سوانح علامہ انور شاہ کشمیریؒ

مولانا عبدالقیوم حقانی

سلسلۂ نسب، ولادت، والدین، تحصیل علم، تعلیم و تربیت، تذکرۃ الاساتذہ، دارالعلوم دیوبند میں کسب فیض اور تدریس کا آغاز، کارِ علمی تجزیے، بے مثال حافظہ، ذوقِ مطالعہ اور حیرت انگیز مطالعاتی یادداشتیں، طالبانِ علوم نبوت پر شفقت، تعجیع و تربیت، تسامح و خفایت، بے تکلفی و ظرافت، محدثانہ جلالتِ قدر، تدریسی خصوصیات، تجدیدی کارنامے، محققانہ مباحث، مجتہدانہ افاضات، درسی معارف و افادات، تصنیف و تالیف اور تحقیق کے نادر نمونے، وشہ پارے، ذوقِ شعر و ادب، افادات، ملفوظات، رُخِ انور کی تابانیاں، حسنِ صورت و سیرت کا مرقع، دلبرانہ ادائیں و معصومیت، اتباعِ سنت کا اہتمام، خودداری و استغناء اور مخلوقِ خدا پر شفقت، سلوک و تصوف اور صفائے باطن کا اہتمام، احترام و اطاعتِ اساتذہ، حضرت گنگوہیؒ سے عشق و محبت، عبدیت و انابت، معاصی سے اجتناب اور نفرت، عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قادیانیت کا تعاقب، حضرت امام کشمیریؒ کا سفرِ آخرت، دو تاریخی دستاویزات: ا۔ مقدمہ بہاولپور کی تفصیلی رپورٹ ۲۔ علامہ رشید رضا کی آمد پر علماءِ دیوبند کے عقائد، مسلک و منہج پر مفصل خطاب۔ صفحات: 298 ...... قیمت: 120 روپے۔

300 روپے بھیجنے پر "جمالِ انورؒ" کے ساتھ ساتھ ماہنامہ "القاسم" بھی ایک سال کے لئے جاری کر دیا جائے گا۔

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

فون نمبر 0923-630237 .... فیکس: 0923-630094

جینے کا حق

مولانا محمد اشرف

تیسری و آخری قسط

ہمارے ملک میں بے روزگاری عام ہے اور اس کے کئی دلائل موجود ہیں۔ گھر بار، عزیز و اقارب خوشی غمی میں شرکت جیسے کام چھوڑ کر روزگار کی تلاش میں غیر ملکوں میں جانے والوں کی بہت زیادہ تعداد بیروزگاری کی دلیل ہے...... حالانکہ لوگ اس سلسلے میں فراڈ اور کئی طرح کی تکالیف برداشت کرتے ہیں اور جو باہر چلے بھی جائیں تو وہ اکثر بیشتر غیر ملکیوں کی ناجائز ڈانٹ سنتے رہتے ہیں ان سے کام زیادہ لے کر اجرت بہت کم دی جاتی ہے۔ شکایت کرنے والے کو واپس دیا جاتا ہے اگر روزگار عام ہو تو شاید کم لوگ ہی غیر ملک کو ترجیح دیں۔

کسی ایک عہدہ کے لئے اگر کوئی اشتہار چھپتا ہے یا کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع عوام کو پہنچتی ہے تو تعلیم یافتہ بے روزگار نوجوان لڑکے باوجود جاننے کے کہ یہ ایک رسمی کارروائی ہے اور ملازمت صرف بااثر اور رشوت دینے والوں کو ملے گی۔ ایک ایک سیٹ کے لئے کافی تعداد میں صرف قسمت آزمائی کے لئے درخواستیں دے دیتے ہیں کہ شاید روزگار مل جائے۔

شہروں میں جہاں روزگار کی تلاش کے لئے مزدور بیٹھا کرتے ہیں آپ صبح کے وقت وہاں جائیں ایک یا آدھے یوم کے لئے مزدور طلب کریں تو درجنوں مزدور منت خوشامد کرتے ملیں گے کہ خدارا ہمیں کام پر لگا لو۔

یہ تمام باتیں صنعتکار اور کارخانہ دار کے علم میں ہیں۔ وہ اس سے خوب فائدہ اٹھاتا ہے اور ایسے واقعات عموماً دیکھنے میں آتے ہیں کہ کوئی بے روزگار کسی کارخانہ یا فیکٹری میں پہنچ کر مالک سے یوں مخاطب ہوتا ہے۔

بیروزگار! کوئی کام ہے۔

مالک پرسوں آنا شاید ایک مشین خالی ہو جائے یا کوئی جگہ نکل آئے۔

بے روزگار کل صبح ہی پہنچ جاتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ کام تو ہے لیکن مزید دو دن اور انتظار کرنا پڑے گا پرسوں آنا وہ پھر جاتا ہے۔

مالک! کام ہے لیکن لو گے کیا......؟

بیروزگار جو دے دو گے۔

مالک! جو دوسروں کو دیتے ہیں تمہیں بھی ملے گا اور آٹھ گھنٹے کام کرنا پڑے گا اگر منظور ہے تو کل صبح کام پر آ جانا۔

بیروزگار خوشی خوشی گھر جا کر اطلاع دیتا ہے کہ کام مل گیا ہے چلو گزر اوقات ہوگی بے کاری سے تو اچھا ہے۔ ہم بھی خوش ہیں کہ ایک خاندان کو روزگار مل گیا کارخانہ دار نے بیروزگاری دور کرنے میں ملک و قوم پر احسان کیا ہے...... کارخانہ دار بھی خوش ہے کہ میں نے اسے اسی (80) نوے (90) کے بجائے چالیس پچاس روپے یومیہ دیا ہے اور آٹھ گھنٹے کی بجائے کام بھی بارہ گھنٹے لیا ہے۔

کبھی یوں ہوتا ہے کہ اجرت طے نہیں کی جاتی بعد میں معمولی اجرت دے دی جاتی ہے اور کبھی اجرت بروقت نہیں دی جاتی بلکہ بہانہ کر کے ٹال دیا جاتا ہے اور اس پر بھی بعض اوقات صبر نہیں کیا جاتا بلکہ مزدور پر کام خراب کرنے کا الزام لگا کر اس کی معمولی اجرت بھی کاٹ لی جاتی ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والے الاؤنس چھوٹے کارخانوں میں عموماً نہیں دیئے جاتے تقاضا کرنے والے مزدوروں کی چھٹی کرا دی جاتی ہے۔

اکثر و بیشتر کارخانوں فیکٹریوں اور ملوں میں یہی باتیں نظر آتی ہیں۔ ہمارے ہاں کام کی بجائے مجبوری کے پیش نظر اجرت کی مقدار طے کی جاتی ہے مجبوری کی رضا مندی کو اسلام رضا مندی نہیں کہتا بلکہ اسے ظالمانہ فعل قرار دیتا ہے۔

اسی طرح فیکٹری اور کارخانہ میں کام کرنے والے مزدوروں کی اجرت میں سے کافی حصہ کارخانہ دار ناجائز طریقہ پر ان کی مجبوری کے پیش نظر روک لیتا ہے اور ہر روز کروڑوں مزدوروں کی خون پسینہ کی کمائی کا ایک معقول حصہ صنعت کاروں کے ہاں پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ مختلف طریقوں سے ملکی معیشت پر قابض ہو کر من مانی کرتے ہیں۔

قمار بازی:

احتکار کی ایک صورت قمار بازی ہے جسے جوا کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے جوئے کی دو قسمیں تھیں۔ ایک بدنام اور ایک مہذب، بدنام جوا غنڈے کھیلتے تھے مہذب جوا شرفاء اور معززین کھیلتے تھے اور اسے تجارت کا نام دیتے تھے۔

اس وقت بیع ملامسہ، بیع حصاۃ، بیع منابذہ وغیرہ مہذب جوئے کی قسمیں تھیں جن سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ قرآن پاک نے جوئے کی مہذب غیر مہذب تمام اقسام کو حرام قرار دے کر اسے شیطانی گندگی کہا ہے۔

ہمارے دور میں بھی جوئے کی مہذب اور غیر مہذب شکلیں مختلف ناموں سے موجود ہیں۔ نقد رقم کا جوا جو تاش، گھڑ دوڑ وغیرہ مختلف طریقوں سے کھیلا جاتا ہے غیر مہذب اور بدنام جوا ہے اور قانوناً جرم ہے اور عوام کی نظر میں قابل نفرت لیکن پھر بھی بعض حکمرانوں اور پولیس کی کمائی کا ایک معقول ذریعہ ہے۔

مہذب جوا ملکی قانون میں جرم نہیں ہے...... جس میں شرفاء اور معززین شہر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ وہ کاروبار اور عوامی بہبود کی سکیموں کے نام سے مشہور کیا جاتا ہے۔ وہ ہلاک کرنے والا زہر، ہے جسے چینی کہا جاتا ہے وہ انسانیت اور ملکی معیشت کو بڑی خوش اسلوبی سے گلا گلا کر دفن کر دیتا ہے۔ آج کے مہذب

جوئے میں ریس' لاٹری' ریفل ٹکٹیں وغیرہ شامل ہیں' لاٹری وغیرہ کی تعلیم تو عمل شکل میں چار چار' پانچ پانچ سال سے شروع ہوجاتی ہے۔ یہ مکمل طور پر حرام ہے' انہیں حلال کہنا غلط ہے' یہ چھوٹے پیمانے سے لے کر وسیع پیمانے تک ہر سطح پر ہوتا ہے۔

اگر غور کریں تو اس میں وہی احتکار پایا جاتا ہے جو ایک ایک روپیہ تک بھی لوگوں کی جیب سے نکال لیتا ہے۔ اسی طرح کروڑوں اربوں روپیہ جمع کر کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے پاس جمع کر دیتا ہے اور سرمایہ دار اس میں سے کچھ حصہ سو دو سو آدمیوں کو خوش قسمت کہہ کر تقسیم کر دیتا ہے اور باقی لوگوں کو ان کی اصل رقم سے بھی محروم کر دیتا ہے اور اس کے عوض انہیں کچھ بھی نہیں ملتا۔ لاٹری اور ریفل ٹکٹوں میں عام آدمی بھی اس لئے پھنس جاتا ہے کہ وہ ریس جیسے بڑے بڑے جوؤں کی طاقت نہیں رکھتا اور پھر عام آدمی انہیں جوا بھی نہیں سمجھتے' جوئے کی ان مہذب شکلوں یعنی لاٹری' ریفل ٹکٹیں وغیرہ میں ظالم سرمایہ دار کے لئے بہت فائدے ہیں اور یہ بہت خوبصورت جال ہے۔

ایک تو لوگ انہیں غریب پروری کی اسکیم سمجھتے ہیں۔۔۔۔ دوسرے یہ کہ معمولی پیسے ہر ایک کے پاس ہوتے ہیں"۔ سرے یہ کہ عام آدمی ایک یا دو روپیہ کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔۔۔۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ لوگ اس جال میں پھنس کر حرام کاروبار میں مبتلا ہوجاتے ہیں لیکن ان اسکیموں کی دولت کو چند افراد کے پاس جمع کرنے میں بڑا عمل دخل ہے اور غریب کو ایک ایک روپے سے بھی بلا معاوضہ محروم کر دینے میں بڑا حصہ ہے۔

سود:

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ "احتکار کی سب سے ملعون قسم سودی لین دین" ہے۔ جس اقتصادی نظام میں اس کا عمل دخل ہے وہ یکسر برباد اور تباہ ہے۔ یہ کروڑوں انسانوں کو مفلس محتاج بنا کر ایک مخصوص طبقہ میں دولت کو سمیٹنا اور ان کو اس کا واحد اجارہ دار بنا دیتا ہے۔
(اسلام کا اقتصادی نظام ص:262)

دنیا میں دو نظریے ہمیشہ سے کارفرما رہے ہیں۔

ایک عادلانہ نظام ہے جس کی دعوت دینے والے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء علیہم السلام اور ان کے پیروکار ہوتے ہیں اس میں ایک ایسا اخلاقی نظام قائم ہوتا ہے کہ جس میں نہ تو اربوں کھربوں پتی ہوتے ہیں اور نہ ہی بالکل بھوکے اور تنگ دست' لوگوں میں امیر غریب کا فرق ضرور ہوتا ہے لیکن تھوڑا غالبانہ فرق نہیں ہوتا۔ ترقی اور محنت کے راستے سب کے لئے برابر کھلے ہوتے ہیں۔ ہر آدمی اپنی محنت اور استعداد کے مطابق ترقی کرسکتا ہے' جس میں مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کی بجائے عدل وانصاف سے کام لیا جاتا ہے۔

دوسرا ظالمانہ نظام ہے جس میں انسان دو طبقوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں۔۔۔۔ ایک طبقہ جو کہ بہت تھوڑے افراد پر مشتمل ہوتا ہے وہ حکمرانی اور آقا بننے کے لئے پیدا ہوتا ہے' دولت وخوشحالی کی مستقل اجارہ داری' جائز وناجائز طریقوں سے دولت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو صرف اپنے لئے مخصوص کرنا اس طبقہ کا پیدائشی حق ہے۔

دوسرا طبقہ جو کہ ملک کی اکثر آبادی پر مشتمل ہوتا ہے وہ مفلس' محتاج' بھکاری اور دال روٹی سے بھی مجبور وہ اور ان کی ہونے والی نسل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محنت اور ذلت برداشت کرنے کے لئے پیدا ہوتی ہے۔

اس نظام کے داعی انسانوں کی شکل میں شیاطین اور ان کے حواری ہیں جو سرمایہ دارانہ نظام والے ملکوں میں ظالم صنعت کاروں' ظالم جاگیرداروں' ٹھیکیداروں اور ظالم افسروں کی شکل میں دیکھے جاسکتے ہیں اور سوشلسٹ اور کمیونسٹ یا اشتراکی ملکوں میں حکومت کے کارندوں کی شکل میں بڑی آسانی سے نظر آسکتے ہیں۔

مولانا سیوہاروی تحریر کرتے ہیں:

''دراصل سود خور انسان روپیہ اور دولت کے خمار میں ایسا بدمست ہوتا ہے کہ وہ انسانی اخلاق' مروت' ہمدردی بلکہ انسانیت کو بے معنی اور مہمل الفاظ سمجھنے لگتا ہے اور خود غرضی' حرص وطمع اور دوسروں کو برباد کر کے اپنے مفاد کا حصول اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتے ہیں۔ وہ ہر وقت اس تگ ودو میں پاگل کتے کی طرح مجنون ومخبوط (بدحواس) پھرتا رہتا ہے' مظلوموں اور بے کسوں کی فریاد وحالت زار سے اندھا' بہرہ اور گونگا بن جاتا ہے۔

جوئے کی طرح سود بھی دو ۔۔۔ سے جو معاشرے میں دو طریقوں سے رائج ہے مہذب اور غیر مہذب۔

غیر مہذب وہ سود ہے جو ملک میں سے کوئی فرد کسی کو کچھ رقم قرض دے اور پھر قرض خواہ اور ۔۔۔ جس طرح طے کرلیں کچھ رقم منافع اور آمدن کے نام سے رقم والے کو دیتا رہتا ہے اور اس کا حساب ہوتا ہے۔ مثلاً ایک ہزار پچاس یا سو روپے ماہانہ سود طے ہوا ہے جب تک قرض لینے والا پوری رقم واپس نہ کرے وہ ہر ماہ طے شدہ سود دینے کا پابند ہے۔۔۔۔ اصل رقم ایک ہزار جوں کا توں اس کے سر پر قرض رہتا ہے۔ اگر وہ کسی ماہ نہ دے سکے تو اس ماہ کا سود بھی اصل رقم میں مل جاتا ہے۔ قرض بھی ہزار کی بجائے گیارہ سو ہوجاتا ہے اور سود بھی گیارہ سو کا دینا پڑتا ہے' قرض لینے والا بیچارہ ساری زندگی سود دیتا رہتا ہے اور اصل قرض اس کی اولاد سے بھی نہیں اترتا اور سود خور بغیر محنت کے ساری زندگی دوسروں کے خون پسینہ کی کمائی اعمال سے ہضم کرتا رہتا ہے۔

یہ قسم حرام ہونے کے علاوہ عام طور پر عوام میں بھی بدنام ہے اور لوگ چوری چھپے ایسا سودی کاروبار کرتے ہیں۔

مہذب سود کی قسموں میں بینک' بیمہ کمپنیاں' کوآپریٹو سوسائٹیاں' سیونگ سرٹیفکیٹ انعامی بانڈ وغیرہ شامل ہیں۔

یہ تمام طریقے حرام ہونے کے علاوہ مہذب اور خوشنما طریقوں سے دولت سمیٹ کر ایک مخصوص طبقہ کے پاس جمع کر دیتے ہیں۔ پھر وہ بڑے بڑے مالدار اور سیٹھ عام لوگوں کی قسمت کے مکمل طور پر مالک بن کر من مانی کرتے ہیں اور مختلف ہتھکنڈوں سے باقی دولت بھی کھینچ لیتے ہیں اور وہ لاکھوں سے کروڑوں' کروڑوں سے اربوں اربوں سے کھربوں پتی ہوتے جاتے ہیں اور عام آدمی غریب تر ہوتا جاتا ہے' تمام ملک کا کاروبار ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے' چھوٹے تاجر یہاں تک حکومت بھی ان کی محتاج ہوتی ہے۔۔۔۔ اسی طرح وہ امن وامان تباہ کر کے فرعونی اور قارونی طریقوں سے عیش کرتے ہیں۔

بینکوں اور ان جیسی کمپنیوں سے مفلس اور نادار

لوگوں کو کچھ نہیں ملتا بلکہ ان سے سرمایہ کے لحاظ سے قرض ملتا ہے۔ جس کا سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ لاکھوں پتی کو لاکھوں روپیہ کروڑوں پتی کو کروڑوں روپیہ اور اربوں پتی کو اربوں روپیہ قرض ملتا ہے۔ قوم سے جمع کی ہوئی یہ رقم گو بظاہر محفوظ رہتی ہے لیکن اس طرح کروڑوں روپیہ بڑے بڑے تاجروں کی جیبوں میں بھر کر پوری معیشت ان کے ہاتھوں میں آجاتی ہے اور تمام قوم ان کے دست نگر ہو جاتی ہے وہ اسی رقم سے جائز اور ناجائز طریقوں سے کما کر رقم کئی گنا زیادہ کر لیتے ہیں اور مختلف ٹیکسوں سے چھوٹے تاجروں کو دیوالیہ کر دیتے ہیں اور پوری قومی معیشت میں ان کا طوطی بولتا ہے اور اکثر سرمایہ دار حکمرانوں سے مل کر قرض معاف کرا لیتے ہیں۔

غریب آدمی اگر پلاٹ کی رجسٹری رکھ کر مکان بنانے کے لئے بینک سے قرضہ لے بھی لیا تو کرایہ کے نام سے ہر ماہ سود کی رقم ادا کرنی پڑتی ہے۔ بینک کے پیش نظر سود ہوتا ہے غریب کی خیر خواہی مطلقاً اس کے پیش نظر نہیں ہوتی۔ خدانخواستہ وہ اگر کرایہ نما سود کی ادائیگی نہ کر سکا تو ایک دن اسے مکان سستے داموں بیچ کر بینک کی رقم ادا کرنا پڑے گی۔ اگر قرض اور سود مل کر بہت زیادہ ہو گیا تو وہ دن دور نہیں جب قوم کے ان خیر خواہ بینکوں کے ہاتھوں غریب کی زندگی کا اثاثہ یہ مکان بھی قرقی میں نیلام ہو جائے گا۔

بینک ہوں یا بیمہ کمپنیاں، سیونگ سرٹیفکیٹ ہوں یا انعامی بانڈ یہ سب ایک دوسرے سے ملتے جلتے طریقے ہیں اور شریعت مطہرہ کی رو سے حرام ہونے کے علاوہ اس میں احتکار بھی پایا جاتا ہے۔

آج کل تو تمام قوم بینکوں میں رقوم رکھنے پر مجبور ہو گئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سرمایہ داروں اور بڑے بڑے افسروں کی ملی بھگت سے چور اور ڈاکو قانون کی گرفت سے بچ نکلتے ہیں بلکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے ان پر گرفت بھی کم کرتے ہیں...... اکثر ڈاکو اور چوروں کی پشت پناہی میں بڑے بڑے سیٹھ اور افسر ملوث ہوتے ہیں۔ نتیجہ میں کوئی آدمی اپنا سرمایہ محفوظ نہیں سمجھتا اسے مجبوراً بینک کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

انکم ٹیکس کی ظالمانہ مقدار اور وصولی کے غلط طریقوں اور افسروں کی حرص اور لالچ کی وجہ سے لوگ آزادانہ تجارت نہیں کر سکتے، چھوٹے تاجر اس میں عافیت دیکھتے ہیں کہ تجارت میں محنت بھی کریں دیانتداری سے کام بھی لو اور ٹیکس کا حق بھی بروقت ادا کرے...... لیکن واپڈا، انکم ٹیکس، سیل ٹیکس، ایکسائز ٹیکس اور خدا جانے کتنے افسروں کو ہزاروں لاکھوں رشوت بھی دو اس طرح دیوالیہ ہو کر چند روز میں گھر بیٹھ رہنے سے بہتر ہے کہ رقم بینک میں رکھو اور آرام سے گھر بیٹھ کر سودی رقم سے گزارا کرتے رہو۔ رقم محفوظ، کمانے اور منڈے سے نجات، انکم ٹیکس، سیل ٹیکس، ایکسائز ٹیکس نیز راشی افسروں سے نجات اور ہر طرح کا سکھ چین۔

ان چیزوں اور کاروباری بدعنوانیوں نے لوگوں کو سودی نظام کی طرف دھکیل دیا ہے اور تجارتی رجحان روز بروز ختم ہوتا جا رہا ہے جو کہ ملکی ترقی کا سبب ہے اور سودی نظام روز بروز ترقی کر رہا ہے جو کہ ملکی تباہی کا سبب اور قطعی حرام اور تباہی معاش ہے۔

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:

”ان تمام جزئیات میں سے جن کو اسلامی شریعت نے سود میں داخل کیا ہے۔ اہم اور موجودہ دور ترقی میں شائع و ذائع جزئی ”بینک کا قیام“ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بڑی بڑی تجارتوں کی آسانی، دولت و ثروت کے ذخیروں کی حفاظت اور ان کی مزید زرکشی کے لئے اس ترقی یافتہ زمانہ میں ”بینکوں کا وجود“ از بس ضروری اور نہایت کارآمد و مفید ہے۔

لیکن اس خوش نما رنگ روپ میں جو ”مار سیاہ“ (کالا ناگ) پوشیدہ ہے اور اس ظاہر انگبین (شہد) میں جو زہر قاتل مستور (چھپا ہوا) ہے اگر اس کی تحلیل کی جائے (کھولا جائے) اور اس کو بے نقاب کیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ بینکوں کا وجود اس لئے ہے کہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کے سرمایہ کی پونجی میں بے پناہ اضافہ ہو، جس سے دولت و ثروت کے اشتراک سے متوسط اور غریب طبقہ کو فائدہ پہنچایا جا سکتا تھا۔ اس کا انسداد ہو کر (اس میں رکاوٹ ڈال دی جائے تاکہ) وہ دولت سمٹ سمٹ کر ایک مخصوص طبقہ میں محصور (بند) ہو جائے اور تمام تجارتی کاروبار کا نفع و نقصان کا قسمت چند بینکروں کے ہاتھ میں مقید ہو کر رہ جائے اور اس طرح بینکوں کے سودی جال سے نہ کوئی تجارت محفوظ رہ سکے نہ زراعت اور نہ روزمرہ کی معاشرت اور نتیجہ یہ نکلے کہ دنیا خود بخود دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ ایک طرف بڑے بڑے قارون مثالی سرمایہ داروں اور دوسری طرف کروڑوں مفلس، نادار اور محتاج ہوں، جو بدن کے لئے کپڑا اور پیٹ کے لئے روٹی تک نہ رکھتے ہوں اور موسم سرما کی سردی اور گرما کی گرمی سے بیماروں سے بدتر حال میں تڑپ کر مر جاتے ہوں یا زار و نزار حالت میں سسکتے رہنے کے عادی ہوں۔

بے شک بینک بہت مفید اور نہایت ضروری چیز ہے لیکن سرمایہ داروں کے لئے غریبوں کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ تجارتی دولت کی کاشت کے لئے ابر نیساں ہے اور غریبوں کی نعشوں پر سرمایہ کی تعمیر کے لئے بہت عمدہ مثال۔

بلا شبہ بینک نہایت معتبر اور جاذب کن شے ہے مگر عوام اور غرباء کے لئے امیر دولت مندوں کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ خوبصورت طریقوں سے دولت کو دولت مندوں میں محدود کرتا اور عوام کی غربت ہولناک درجہ تک پہنچا دیتا ہے اور تہذیب نو کا یہ تجارتی جال در اصل دور قدیم کی مہاجنی ہنڈیوں کے بیوپار کی نہایت حسین اور شاندار تصویر ہے۔

پس اگر وہ (مہاجنی ہنڈیوں کا کاروبار) اقتصادی بہتری کے لئے ضروری تھا تو یہ بینک از بس ضروری ہے اور اگر اس (کاروبار) نے عوام کی تباہی پر دولت مندی کی بنیادیں رکھی ہیں تو یہ بینک بھی اسی تباہی کا بہترین نقش ثانی ہے۔ (اسلام کا اقتصادی نظام ص 270 تا 271)

حاصل کلام یہ ہے کہ بینک میں سودی کاروبار بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ احتکار بھی اس میں دولت سمٹ کر چند لوگوں میں جمع ہو جاتی ہے اور کروڑوں عوام کی غربت و افلاس کی تباہیوں میں پھینک دیتی ہے یہ دونوں خرابیاں انتہائی خطرناک اور حرام ہیں۔

دوسرے حرام کاروبار:

اسلام نے ہر ایسی تجارت کو بھی حرام قرار دیا ہے جس سے بد اخلاقی پیدا ہوتی ہو، جیسے شراب، ہیروئن دیگر منشیات وغیرہ جیسے ان کی تجارت حرام ہے ایسے ہی

انہیں بنانا یا ان کی مدد کرنا سب حرام ہے۔ مثلاً علم ہونے کے بعد شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور فروخت کرنا یا اسے شراب بنانے کے برتن مہیا کرنا اس سلسلہ میں اس کی کسی قسم کی مدد کرنا' بیچنا یا کسی ایسی دکان وغیرہ میں ملازمت کرنا وغیرہ۔

اسلام میں چوری' ڈاکہ' کم تولنا' کم ماپنا' رشوت لینا' ملاوٹ کرنا' دغا اور دھوکہ دہی یا فریب کاری سے دولت کمانا' چھین جھپٹ اور غبن وغیرہ سے مال حاصل کرنا حرام ہے۔

اسی طرح خنزیر' مردار' خون وغیرہ کی تجارت بھی حرام ہے۔ فضول وقت ضائع کرنے والی کھیلوں کا سامان تیار کرنا یا ان کی تجارت کرنا' عیاشی پھیلانے والی چیزیں بنانا اور ان کا کاروبار کرنا بھی منع ہے۔

علاوہ ازیں بیوع فاسدہ کی مختلف شکلیں اور دیگر اشیاء بھی ہیں جو بڑی بڑی کتابوں اور علماء سے معلوم ہو سکتے ہیں یہاں طوالت کے پیش نظر چھوڑ دیتے ہیں۔

حلال کمائی:

حلال کمائی میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت رکھی ہے۔ انسانی گزر اوقات اچھی ہوتی ہے اور معاشرہ میں بھی امن وسکون اور خوشحالی کا دور دورہ ہوتا ہے اور دوسرے انسانوں کو بھی اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ حلال طیب رزق کے لئے مندرجہ ذیل چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(1)...... جو چیز حاصل کرنی ہے وہ حلال ہو' خنزیر' شراب' مردار وغیرہ کی طرح حرام نہ ہو اور نہ ہی باجے گاجے اور آلات موسیقی کی طرح ہو۔

(2)...... حاصل کرنے کے طریقے بھی حلال ہوں' چوری' ڈاکہ' غبن حق تلفی وغیرہ سے حرام طریقوں سے حاصل نہ کی گئی ہو۔

(3)...... وہ چیز جو نفس کو خبیث چیزوں یعنی غرور' احساس برتری' بے جا عیش اور ظالمانہ اکڑ سے بچاتی ہو۔۔۔ مثلاً مردوں کے لئے سونے کے زیورات' ریشم کے کپڑے یا مرد وعورت دونوں کے لئے سونے چاندی کے برتن یعنی کوئی ایسی چیز نہ حاصل کی جائے جس سے انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بلند وبرتر سمجھنے لگے۔

(4)...... جن طریقوں سے حاصل کی گئی ہو ان سے دوسرے لوگوں کے لئے گزر اوقات میں تنگی نہ پیدا ہوتی ہو...... جیسے سودی کاروبار یا جوا وغیرہ۔

(5)...... ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے ایسے اثرات نہ پھیلتے ہوں جس سے دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں پہنچ جائے اور عام آدمی تنگدستی اور غربت کی خطرناک گہرائیوں میں گر جائے یعنی اکتناز اور ارتکاز کے طریقوں سے بچا جائے۔

رزق حلال کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ اور ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال طیب رزق حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ رزق حلال کی خوبیاں بیان فرمائی ہیں اور حلال روزی کمانے اور کھانیوالے کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ حلال روزی خواہ مزدوری کے ذریعہ کمائی جائے یا تجارت کرکے کارخانہ لگا کر یا زراعت کے ذریعے حاصل کی جائے ہر طرح جائز ہے اور ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"اے لوگو! زمین میں موجود حلال پاک چیزیں کھاؤ' شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو' بلاشبہ وہ تمہارا دشمن ہے"۔ (سورۃ بقرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

☆...... بہترین عمل رزق حلال روزی کمانا ہے۔

☆...... حلال رزق طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

☆...... رزق حلال کی تلاش فرض کے بعد فرض ہے۔

☆...... رزق حلال طلب کرنا جہاد ہے۔

☆...... بلاشبہ گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ نہ نماز بن سکتی ہے نہ روزہ' نہ حج اور نہ عمرہ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا تو ان کا کفارہ کیا ہے؟ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا "روزی تلاش کرنے کی فکر"۔

(مجمع الزوائد ص:64 ج:4)

جس طرح حلال رزق کمانا ضروری ہے اسی طرح سستی' بے کاری' خود نہ کمانے اور دوسرے لوگوں پر بوجھ بننے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے بہت برا سمجھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا "میں ایسا آدمی دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا جو بیکار ہو' نہ دنیا کے کام میں مصروف ہو اور نہ آخرت کے کام میں"۔

اب ہم حلال روزی کے مختلف ذرائع بیان کرتے ہیں جن کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تعریف فرمائی ہے۔

رزق حلال کے طریقے

1۔ مزدوری:

مزدوری کے ذریعے روزی کمانے کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مزدوری پر بکریاں چرائی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی مزدوری کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"کسی شخص نے کبھی بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ بہتر کھانا نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی (مزدوری) سے کھاتے تھے۔ (بخاری ص:278 ج:1)

مزدوری میں بھی روزی حلال طیب بنانے کے لئے لازم ہے کہ چند باتوں کا خیال رکھا جائے۔

(1)...... جس طرح کی مزدوری سے بھی روزی کمائی جائے اس میں ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو جسمانی صحت یا اخلاقی اعتبار سے نقصان نہ دیتی ہو۔ یعنی کسی بھی ایسے شخص' کمپنی یا ادارہ میں مزدوری نہ کی جائے جو ایسا کاروبار کرتا ہو جس سے لوگوں میں بے حیائی یا دوسری بیماریاں پیدا ہوتی ہوں یا ان کی تیار کردہ چیزوں سے لوگوں کی جسمانی صحت کو نقصان پہنچتا ہو کوئی دھوکہ دہی یا فراڈ کا کوئی کام ہوتا ہو۔

(2)...... مزدوری میں آجر (جس کے ہاں مزدوری کر رہے ہیں) کی خیر خواہی بھی پیش نظر رہنی چاہئے نہ تو اس سے بددیانتی کی جائے اور نہ اس کا نقصان سوچا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ اس نے (کام والے کے ساتھ) بھلائی کی ہو"۔

اسلام جس طرح کارخانہ دار یا کام کرانے والے کو ظلم سے روکتا ہے اسی طرح مزدور کو بھی ظلم سے

روکتا ہے مزدور کے لئے بھی حلال طیب روزی کے لئے ضروری ہے کہ بھلائی کے جذبہ کے تحت کام کرے۔ اجرت طے کرنے میں کام والے کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھایا جائے بلکہ کام کے حساب سے اجرت لی جائے' سستی' کام چوری اور بددیانتی نہ کی جائے اور نہ ہی قصداً کام والے کا نقصان کیا جائے بلکہ چستی' محنت اور دیانتداری سے کام کیا جائے اور باقی چیزیں ضرورت کے وقت علماء سے پوچھ لی جائیں۔

2۔تجارت:

روزی کمانے کے حلال طیب ذریعوں میں ایک بہترین ذریعہ تجارت بھی ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجارت کی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

لیکن تجارت میں بھی ضروری ہے کہ سچائی اور امانتداری سے کام لیا جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"سچا اور امانت دار تاجر انبیاء صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا" (مستدرک حاکم ص:6' ج:2)

تاجر کے لئے ان چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے

(1)..... کسی ایسی چیز کی تجارت نہ کی جائے جس سے لوگوں کی صحت خراب ہوتی ہو یا ان میں اخلاقی بیماریاں پیدا ہوتی ہوں اور نہ ہی کسی ایسی چیز کی تجارت کی جائے جس سے لوگوں میں بیکاری بے حیائی یا عیاشی کے جراثیم پھیلتے ہوں۔

(2)..... حرام اشیاء جن سے شریعت نے منع کیا ہے مثلاً خنزیر' شراب' مردار' خون اور انسانی اعضاء وغیرہ کی تجارت نہ کی جائے۔

(3)..... تجارت میں احتکار (لوٹ کھسوٹ) اور اکتناز (ذخیرہ اندوزی) ارتکاز (دولت کا چند لوگوں میں جمع ہونا) کی کوئی صورت نہ پائی جائے بلکہ عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے تجارت کی جائے۔

(4)..... تجارت کو سود' سٹہ' جوئے سے پاک رکھا جائے..... اسی طرح جھوٹ بولنے' ملاوٹ کرنے اور دھوکہ دینے سے بچا جائے' کم نہ تولا جائے۔

(5)..... تجارت کو ناجائز شرطوں سے پاک رکھا جائے اور تجارت سے پہلے تجارت کے اسلامی اصولوں اور ضابطوں کے بارہ میں مکمل معلومات حاصل کی جائیں۔

3۔سرکاری کارخانہ یا فیکٹری:

صنعت وحرفت بھی حلال کمائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے ملک وقوم کی بہت ترقی ہوتی ہے۔ اس میں تجارت کے ساتھ مزدوروں سے بھی بہت کام پڑتا ہے۔ مندرجہ ذیل باتوں کا بہت خیال رکھا جائے۔

(1)..... کارخانہ میں کوئی ایسی چیز نہ بنائی جائے جس سے لوگوں کی صحت خراب ہوتی ہو یا ان میں عیاشی' بے حیائی کے یا بیکاری اور برے اخلاق کے جراثیم پیدا ہوتے ہوں۔

(2)..... محنت کشوں اور مزدوری کو تباہ کرنے والے تمام کاموں سے بچا جائے اور اجرت طے کرتے وقت اس کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

(3)..... منافع میں اگر کوئی گنجائش ہو تو اپنے فضول اور زیادہ اخراجات کم کر کے مزدور کو کم از کم اتنی اجرت دی جائے جس سے اس کی بنیادی ضرورتیں عزت کے ساتھ پوری ہوسکیں۔ بنیادی ضرورتوں میں غذا' لباس' مکان' علاج اور تعلیم شامل ہے۔ یعنی مزدور کی اجرت میں اتنی گنجائش ہونی چاہیے جس سے باعزت روٹی' موسم کے مطابق مناسب لباس ضرورت کے مطابق باپردہ اور مناسب رہائش کے ساتھ اگر وہ اپنے بچوں کو سرکاری درسگاہوں کی بجائے پرائیویٹ اداروں میں تعلیم دلانا چاہیں یا ڈاکٹر کو گھر بلا کر پرائیویٹ علاج کرانا چاہیں تو ان کی جیب میں اتنے پیسے موجود ہوں کہ وہ میکورٹی یا سرکاری ہسپتالوں اور سرکاری سکولوں میں دھکے کھانے پر مجبور نہ ہوں۔

(4)..... مزدور کی صلاحیت اور طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے جتنا کام اس کے سپرد کیا جارہا ہے وقت میں بھی اس کی گنجائش ہونی چاہیے..... یوں نہ ہو کہ چھ گھنٹے کے لئے اس کے ذمہ اتنا کام لگا دیا جائے جو آٹھ گھنٹے میں بھی نہ ہوسکے۔

(5)..... اجرت کو پہلے طے کرلیا جائے اور اس کی ادائیگی بروقت ہونی چاہیے اور اجرت وصول کرنے میں اسے پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(6)..... مزدور پر کام خراب کرنے کا غلط الزام نہ لگایا جائے اگر اس سے کام خراب ہوجائے اور کٹوتی ضروری ہو تو مناسب کٹوتی کی جائے نہ کہ ظالمانہ طریقے سے۔

(7)..... مزدوروں کو مناسب چھٹیاں دی جائیں اور ان کی بے عزتی ہرگز نہ کی جائے۔

(8)..... ہنگامی ضرورتوں میں ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔

4۔زراعت:

روزی کمانے کے حلال ذریعوں سے ایک ذریعہ زراعت یعنی کاشت بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کاشت فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کوئی فصل کاشت کرے پھر اس سے پرندے انسان یا جانور کھائیں تو اس کے لئے اس کے بدلہ میں صدقہ (ثواب) ہے"۔ (بخاری شریف ص:312' ج:1' مسلم شریف ص:15' ج:2)

فصل یا پھل بیج بھی ڈالے تو اسے کاشت کرنے کا ثواب ضرور ملے گا اور یہ اس کے حق میں صدقہ کرتا ہی ہے۔ زراعت کی اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر قیامت قائم ہوجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں درخت کا قلم ہو تو اسے زمین میں لگادے" یعنی پودا لگانے کے لئے جو قلم لگایا جاتا ہے اسے لگادے لیکن اس میں بھی ان باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(1)..... کسی ایسی چیز کی کاشت نہ کی جائے اور نہ کوئی ایسا درخت لگایا جائے جس سے لوگوں کی صحت خراب ہو یا ان میں اخلاقی بیماریاں پیدا ہوتی ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی چیز لگائی جائے جس سے لوگوں میں بیکاری' بے حیائی یا عیاشی کے جراثیم پھیلتے ہوں۔

(2)..... زمین ناجائز طریقوں سے نہ حاصل کی گئی ہو اور نہ زراعت میں کسی کی حق تلفی کی گئی ہو۔

(3)..... کاشتکار اور مزارعوں کو تباہ کرنے والے تمام کاموں سے بچا جائے اور ان کی مجبوریوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

(4)..... مزارعوں اور کاشتکاروں کے لئے ان تمام

سہولتوں کا خیال رکھا جائے جو ہم گزشتہ صفحات میں مزدوروں کے سلسلہ میں لکھ آئے ہیں۔

(5)...... زراعت کے بارے میں اسلامی اصول زراعت و اسلامی نظام اراضی کی معلومات حاصل کی جائیں۔

کتنا خرچ کیا جائے اور کہاں خرچ کیا جائے؟

جس شریعت نے انسانوں کو کمانے میں کھلا نہیں چھوڑا بلکہ قانون کا پابند کیا ہے۔ اسی طرح خرچ کرنے میں بھی شریعت نے اسے قانون کا پابند کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''قیامت کے دن انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے لئے اس وقت تک کھڑا رہے گا جب تک اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا''۔

خرچ کرنے کے سلسلہ میں قرآن پاک نے اصولی طور پر دو باتیں ذکر کی ہیں...... اسراف اور تبذیر سے بچا جائے۔

ترجمہ:...... رشتہ دار محتاج اور مسافر کو ان کے حق دے اور مال کو بے جا نہ اڑا' بلاشبہ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل پارہ 15)

اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دیا ہے تو رشتہ داروں میں جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں نیز محتاجوں اور مسافروں پر خرچ کرو تاکہ ان کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری ہو جائیں۔ تبذیر کا معنی ہے بے جا خرچ کرنا' یعنی کسی بھی ایسی جگہ خرچ کرنا جہاں کوئی فائدہ نہ ہو جیسے آتش بازی' چراغاں کرنا' پتنگ بازی' فلم لہو و لعب' عیاشی کا سامان اور فلاد رسمیں گویا کہ بے فائدہ اور بغیر ضرورت خرچ کرنے کو تبذیر کہتے ہیں۔

جس طرح شیطان نے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم اور صلاحیتوں کو اس کی ناشکری اور نافرمانی میں خرچ کیا۔ اس طرح بے خرچ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو اس کی ناشکری اور نافرمانی میں خرچ کرتا ہے۔ اسی لئے اسے شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

اس سے بڑا شیطان اور کون ہوگا؟ جو لوگوں کو بھوک سے مرتا دیکھے ناقص غذا کی وجہ سے صحتوں کو بگڑتا اور لوگوں کو خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہوتا دیکھے' غریب بچوں کو تعلیم سے محروم ہوتا دیکھے۔ بیماروں کو علاج نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا دیکھے' چھوٹے چھوٹے مکانوں میں انسانوں کو اس طرح رہتے دیکھے جس طرح باڑے میں جانور رہتے ہیں۔ بسوں اور ویگنوں میں انسانوں کو اس طرح بھرا دیکھے جس طرح بھیڑ بکریاں بھری جاتی ہیں...... لوگوں کو عدل و انصاف سے محروم دیکھے غربت کے ہاتھوں لاتعداد خاندانوں کو تباہ ہوتا دیکھے اور ان کی مدد کرنے کے بجائے بڑی بے رحمی اور سنگدلی سے بے جا خرچی کو رواج دے۔ ایسا شخص انسانیت کا قاتل ہونے کی وجہ سے شیطان کا بھائی ہے۔ قرآن میں آتا ہے:

''کھاؤ پیو اور فضول نہ خرچ کرو' بلاشبہ اللہ تعالیٰ فضول خرچ کرنے والے سے محبت نہیں رکھتے''

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو استعمال کرو ان سے خوب فائدہ اٹھاؤ لیکن ضرورت سے زیادہ خرچ مت کرو اگر ایک روپیہ سے کام چل سکتا ہے تو ڈیڑھ یا دو روپے مت خرچ کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو طرح طرح کے کھانے کھائیں گے مختلف قسم کے مشروبات پئیں گے کئی قسموں کے کپڑے پہنیں گے بغیر احتیاط کے باتیں کریں گے (لوگوں سے مزاح کریں گے) وہ میری امت کے بُرے لوگ ہیں جنہوں نے نعمتوں سے غذا حاصل کی اور نعمتوں پر ان کے جسم نے پرورش پائی۔ (مجمع الزوائد ص:250 ج:10)

گویا کہ ضروری جگہوں پر بھی مناسب خرچ کرنا جائز ہے اور ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا گناہ ہے۔ نہ کنجوسی سے کام لے اور نہ اتنا زیادہ خرچ کرے کہ خود اس میں تکبر پیدا ہو جائے یا دوسرے لوگ دیکھا دیکھی خرچ کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی خطرناک راہ پر چل پڑیں۔ اس کے علاوہ بھی جن چیزوں سے شریعت نے روکا ہے ان پر خرچ نہ کرے اسراف اور تبذیر پر قانونا پابندی لگانا ضروری ہے۔

آج کا ظالم سرمایہ دار اپنے سرمایہ کے جواز کے لئے جھٹ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام پیش کر دیتا ہے لیکن ایسا شخص نہ تو کمانے میں ان کا طریقہ سامنے رکھتا ہے نہ خرچ کرنے میں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہ تو کوئی ایسی چیز کمائی جو خلاف شرع ہو اور نہ کمانے میں کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جو خلاف اسلام ہو۔

آج بھی اگر انہیں معیار بنا لیا جائے تو کتنا ہی اچھا ہوگا' کمانے میں بھی ان کا طریقہ اپنایا جائے اور خرچ کرنے میں بھی۔ انہوں نے باوجود غنی اور خلیفہ ہونے کے جس طرح کی خوراک کھائی اس سے اچھی خوراک نہ کھائی جائے۔ انہوں نے جیسا کپڑا پہنا اس سے اچھا کپڑا نہ پہنا جائے' انہوں نے جس طرح کا مکان بنایا اس سے اچھا مکان نہ بنایا جائے۔ انسانی ہمدردی اور نیکی کے کاموں میں جس طرح انہوں نے خرچ کیا اس طرح خرچ کیا جائے...... ایسی دولت نہ تو بُری ہے اور نہ خلاف اسلام۔ ایسی دولت میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایسی دولت ملک و قوم کی ترقی کا سبب اور بخشش کا ذریعہ ہے۔

......☆......

﴿زندگی ایک پھول ہے﴾

☆...... زندگی ایک پھول ہے جس کے مختلف رنگ ہیں۔

☆...... ایک ساز ہے جس کے مختلف آوازیں ہیں۔

☆...... ایک کتاب ہے جس کے کئی اوراق ہیں۔

☆...... ایک نگینہ ہے جو انسانی رشتوں میں جڑا ہوا ہے۔

☆...... ایک نغمہ ہے جس کی جھنکار من میں رس گھولتی ہے۔

☆...... ایک سوال ہے جو کبھی حل نہیں ہوتا۔

☆...... ایک نقطہ ہے جو قہقہوں اور سسکیوں سے مل کر جنم لیتا ہے۔

☆...... ایک سادہ ورق ہے جسے انسان اپنے مرضی کے رنگوں سے ترتیب دیتا ہے۔

☆...... ایک خواب ہے جس کی اصل تعبیر موت کے بعد ملتی ہے۔

﴿ڈاکٹر عبدالجبار علوی﴾

مسلمانوں کا عروج وزوال

تاریخ اسلام

حافظ ارشاد احمد دیوبندی

بارہویں قسط

رحیم یار خان

اسلام امن اور مساوات کا داعی:

اس وقت پوری دنیا فسادات کی لپیٹ میں ہے۔ کرۂ ارضی کا کوئی قطعہ ایسا نہیں رہا جہاں پر ہر ایک کو امن وسکون حاصل ہو اگر خالی الذہن ہو کر غور وفکر کیا جائے تو اس فسادات فی الارض کا واحد سبب اللہ تعالیٰ کے نظام امن ومساوات سے بغاوت ہی اس کا واحد سبب ہے۔ اسلام امن فی الارض کا داعی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام امن کے لئے جو عملی نمونے پیش فرمائے فتنہ وفسادات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدترین فعل قرار دیا' چوری سے جو فسادات پیدا ہوتے ہیں اس گندے فعل کے قلع قمع کرنے کے لئے آپ نے چور کا وہ چوری کرنے والا ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم نافذ فرمایا...... رہزنی کے واقعات کو ملاحظہ کر کے سزائے موت' جلاوطنی اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کی ایک بڑی سزا تجویز فرما کر ملک میں امن کے قیام کی داغ بیل ڈالی اور قتل وسفاکی کو جڑ سے کاٹنے کے لئے قصاص کا قانون نافذ فرمایا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امن وامان کے قیام کے لئے کئی بار فوجوں کو متعین فرمایا...... قطع الطریق یعنی راستوں میں لوٹنے والوں پر چھاپے مارے گئے۔ فوجداری او ردیوانی کے مقدمات کے منصفانہ فیصلے کرنے کے لئے اسلام کے عین مطابق قوانین بنائے گئے اور ہر جگہ قانون کو عمل میں لانے کے لئے نیک دل حاکم مقرر کئے گئے اور ساتھ ہی قیام امن کے لئے سب سے اہم خداوند تعالیٰ کا خوف اپنے ماننے والے مومنین صحابہ کرام کے دلوں میں پیدا کر دیا گیا اور ان کے پاک دلوں میں یہ اصول راسخ کر دیا گیا کہ اللہ سمیع (سننے والا) بصیر (دیکھنے والا) جو کہ صرف ایک چیونٹی کے رینگنے کی آواز کو بھی سنتا ہے اور عرش معلی سے تحت الثریٰ تک ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے پھر وہ اللہ غفور الرحیم ہے تو وہ شدید العقاب بھی ہے...... وہ اللہ حلیم ہے تو وہ منتقم وقہار بھی ہے وہ غفار اور ستار ہے تو وہ جبار اور سریع الحساب بھی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایسا ملک جو فسادات کا گڑھ تھا وہ امن وسکون کا مرکز بن گیا۔

اس کے بارے میں سیدنا حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے عین مطابق کہ لوگ بالکل بے خوف وخطر غیر مسلح صنعا یمن سے حجاز تک تن تنہا سفر کرتے تھے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے ڈر کے اور کوئی کسی قسم کا خوف نہیں کرتا تھا جسے ملاحظہ کر کے عقل انگشت بدنداں ہے کہ اسے کیا کہئے...... پھر یہ بھی غور کیجئے کہ اس زمانے میں جبکہ کوئی سڑکیں وغیرہ نہ تھیں نہ آمد ورفت کے ذرائع نہ گاڑیاں نہ کاریں نہ ہوائی جہاز بلکہ ٹرانسپورٹ اور ریلوں کا اس وقت کی دنیا میں کوئی نام ونشان تک بھی نہیں تھا اب اپنا دماغ اور ذہن دوڑائے اور مقابلہ کیجئے اس وقت کی ترقی یافتہ دنیا کا کہ ہر قسم کا دفاع کرنے کے باوجود پوری دنیا میں امن وامان ختم بلکہ نیست ونابود ہو چکا ہے۔ غور فرمائیں اتنا وسیع سیکورٹی پولیس وغیرہ ہونے کے باوجود اکیلے آدمی کے لئے سفر کرنا کتنا دشوار بلکہ سخت خطرناک ہے۔

خلافت راشدہ کا نظام:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عظیم الشان نظام کی بنیاد ڈالی یہ نظام رہتی دنیا تک کے لئے تا قیام قیامت قائم رہنے کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حدود وقیود وعدل وانصاف کے قواعد امن ومساوات کے ضابطے باہمی تعلقات کے قرمودات انسانی ضروریات مہد سے لحد تک خود قائم فرمائے ہیں۔ جس کو خلفاء راشدین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عملی طور پر سیکھا اور دنیا میں اسے نافذ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے عادلانہ نظام کے نفاذ سے پورا ملک امن کا گہوارہ بنا۔

اب بھی تجربہ کر لیجئے جبکہ افغانستان جیسے شدید ترین ملک میں طالبان نے خلافت راشدہ کے نظام کی ایک جھلک' ایک کرن' ایک نظارہ دکھایا تو پورا ملک امن کی آرام گاہ کا نقشہ پیش کرتا رہا...... اس وقت بھی اب کے دور کی نسبت سے زیادہ خوفناک دشمن موجود تھے جو اپنی چوٹی کا زور لگا کر بدامنی' دہشت گردی پھیلانے کی پوری پوری کوشش میں مصروف تھے کہ اسلام کو مٹا دیا جائے۔

ایک طرف قریش مکہ اور منافقین مدینہ تو دوسری طرف یہودی' عیسائی' آتش پرست ان ملکوں کے عوام اور حکمران اسلام کا استیصال کرنے کے لئے مسلسل اور پیہم کوشش کر رہے تھے۔ روم اور ایران اس وقت دنیا کی سپر طاقت اور بہت بڑے دہشت گرد تھے۔ یہ بہت بڑی عظیم طاقتیں تھیں جو کہ اپنے تربیت یافتہ جرار لشکروں کے ساتھ خلافت راشدہ کے دور میں صحابہ کرام کے خلاف باہمی متحدہ محاذ بنا کر اپنے تربیت یافتہ جنگ جو لے کر ٹوٹ پڑے مگر صحابہ کرام جنہیں قرآن کریم نے حزب اللہ کے پیارے نام سے موسوم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کر کے تقویٰ کو اپنی منزل بنا کر ان کے مقابلہ میں بغیر کسی ساز وسامان کے اسلامی اصولوں کے تحت خدا کا نام لے کر ٹوٹ پڑے تو یہ سب سپر طاقتیں دم دبا کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان وایقان' توکل' بھروسہ' اصحاب رسول کی کمال درجہ کی بےنفسی' بےغرضی اور ان کے خلوص واخلاص کے سامنے بڑے بڑے جابر قاہر اور سفاک حکمران بھی مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ ہاں اگر کوئی آیا تو اس کا ویسا ہی حشر ہوا۔

جیسا کہ سیدنا امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یزدگرد کا ہوا تھا جو کہ ایران کا آخری شہنشاہ تھا وہ بھی دم دبا کر ایران سے بھاگ نکلا اور اس جلا وطنی میں خاک وخون میں تڑپا دیا گیا۔ چونکہ ان مقدس حضرات کو اللہ تعالیٰ کی تائید اور رضا حاصل تھی جس کی اب ہمیں سخت ضرورت ہے۔ خلافت راشدہ کے نظام سے ملک میں مکمل امن وامان ہوا۔ قریش اور یہود ونصاریٰ کی گہری سازشوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ قبائل کے پھیلائے ہوئے فسادات اور خانہ جنگیاں مٹ گئیں۔ تمام رہزن، ڈاکو اور دہشت گرد اپنی موت آپ مر گئے۔ بیرونی خطرات کا مکمل انسداد ہو گیا۔ اسلام چونکہ فطری طور پر پرامن وامان کا مذہب ہے اس کے بانی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں امن کی ایک مثال قائم کر گئے ہیں۔

حضرت نبی کریم کی قیادت میں سب صحابہ کرام نے ایک ہو کر اپنے بنجر وبے آباد ملک کو بے مثال امن وامان سے ہمکنار کر دیا ہے۔

یہ صدائے عام ہے یاران نکتہ دان کے لئے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امن کے دور کے چند عدالتی فیصلے بھی آپ حضرات کی خدمت اقدس میں بطور عظیم الشان تحفہ پیش کروں تاکہ آپ اس دور جدید میں آج سے چودہ سو سال قبل کی حقیقی عدالت کے منصفانہ فیصلے سے محظوظ ہو سکیں۔

ترجمہ..... حضرت ام المومنین اماں عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ حمیرا رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ کرام کو ایک مخزومی عورت کی وجہ سے فکر لاحق ہوئی۔ اس عورت نے چوری کی تھی۔ (اور دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں سے سامان مانگ لیتی اور پھر انکار کر دیتی۔ یہ بھی چوری کی ایک قسم تھی) تو انہوں نے کہا کہ اس عورت کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کر سکتا ہے یعنی سفارش کر سکتا ہے تو سب نے متفق ہو کر کہا کہ اسامہ بن زید کے علاوہ یہ جرأت اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اسامہ بن زید حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب شخص ہیں تو اس بارے میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ تم ایک حد میں اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے سفارش کرتے ہو پھر اسی حالت میں کھڑے ہوئے اور خطبہ میں فرمایا:

ترجمہ..... فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز ہی نے ہلاک کیا کہ جب ان میں کوئی شریف چوری کرتا تھا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

فرمایا! اللہ کی قسم اگر بالفرض (جو کہ قطعاً محال ہے) فاطمہ بنت محمد چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹوں گا۔

ملاحظہ فرمایئے کہ ایک عورت سے چوری سرزد ہو جاتی ہے اور اس کی ایک قبیح عادت یہ تھی کہ لوگوں سے کچھ سامان مانگ کر لاتی اور پھر انکار کر دیتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تو اس عورت کی برادری کے لوگوں نے اس کی یہ سزا معاف کرانے کے لئے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارشی بنا کر روانہ کیا۔

جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی سفارش کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہو گئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو خوب ڈانٹا اور آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایک عظیم اور مختصر خطبہ دیا اور فرمایا کہ پہلی قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ ان میں سے اگر کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اس کو معاف کر دیا جاتا تھا اور اگر کوئی کمزور یعنی غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کرتے تھے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جلال سے فرمایا کہ واللہ! اگر بالفرض (جو کہ ناممکن ہے) محمد کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرے تو میں اس کی بھی کوئی رعایت نہیں کروں گا بلکہ اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔

واضح رہے کہ چار جرائم کی سزا کو حدود اللہ کہا جاتا ہے۔

(1)..... زنا:

زنا بالجبر ہو زنا بالرضا ہو زنا بالمعاوضہ ہو یہ سب زنا کی قسم ہے۔

(2)..... تہمت:

تہمت کی بھی سب اقسام اس میں شامل ہیں۔

(3)..... چوری:

چوری کرنے کے آج کے جدید دور میں متعدد اقسام ہیں جو بڑے لوگ بینک سے قرضہ لے کے اپنے اثر و رسوخ سے یا سیاسی جماعتوں پر اسے معاف کرا لیتے ہیں یہ بھی چوری کی ایک قسم ہے۔ غریب عوام پر ناجائز ٹیکس لگا کر جبراً وصول کیا جاتا ہے یہ بھی چوری کی ایک قسم ہے اسی طرح جو آج کل بل آرہے ہیں بجلی کا فون کا گیس کا وغیرہ اس میں جو متعلقہ افسر ناجائز یونٹ وغیرہ ڈال کر غریب عوام کو لوٹتے ہیں یہ بھی چوری کی ایک قسم ہے۔ الغرض چوری کی اقسام اس دور میں متعدد ہیں۔

(4)..... شراب نوشی:

دور جدید میں شراب نوشی کی بھی بہت ساری اقسام ہیں جن کے بارے میں شریعت اسلامیہ نے کل مسکر حرام کے تحت ہیروئن، افیون، بھنگ اور ان کے مرکبات گولیاں ہوں انجکشن ہوں یا سیرپ وغیرہ یا یہ سب شراب جو کہ ام الخبائث ہے اس کی اقسام ہیں۔

اسی طرح عدالت نبوی کا ایک اور عظیم الشان فیصلہ ملاحظہ فرمایئے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن حدرد اسلمی خود فرماتے ہیں کہ ایک یہودی کا ان پر چار درہم قرض تھا وہ یہودی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں استغاثہ لے کر آیا اور اس یہودی نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے عبداللہ بن حدرد پر چار درہم قرض ہیں مگر یہ اب تک مجھے ادا نہیں کر رہا۔ آپ نے فرمایا اے عبداللہ اس کا حق اسے ادا کر دے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ دنیا میں مبعوث فرمایا ہے میرے پاس اس وقت کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر فرمایا کہ جیسے بھی ہو اس کا ابھی حق ادا کر۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے اس کی ادائیگی سے انکار نہیں مگر اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے اس کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ غزوہ خیبر کے

بعد جبکہ مجھے امید ہے کہ ہم کو وہاں سے کچھ مال غنیمت ضرور ملے گا جب میں وہاں سے لوٹوں گا تو اس کا قرضہ میں فوراً ادا کروں گا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار پھر فرمایا کہ فوراً اس یہودی کا حق ادا کر دو پھر یہ بھی ایک قاعدہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات کو تین مرتبہ فرما دیتے تھے تو پھر آپ قطعاً رجوع نہیں فرماتے تھے۔

پس تین بار دربار نبوی کا یہ فیصلہ حکم سن کر حضرت عبداللہ بن حدرد بازار کی طرف چلے ان کے سر پر پگڑی تھی اور جس چادر کا تہہ بند باندھے ہوئے تھے۔ انہوں نے سر والی پگڑی کو تہہ بند کی جگہ باندھا پھر چادر نکال اور فرمایا کہ اے یہودی! تو اس چادر کو چار درہم میں مجھ سے خرید لے۔ یہودی نے یہ چادر صرف چار درہم میں خرید لی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ صحابی رسول کی مجبوری کے باوجود یہودی کو فوری حق دلانے میں قائم رہا۔ (ابن عساکر)

سیدنا حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ ایک غیر مسلم اعرابی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قرضہ کا مطالبہ کیا جو اس بدوی کا آپ کے ذمہ تھا اور موجود نہ ہونے پر آپ پر بہت سختی کی...... یہاں تک کہ اس اعرابی نے کہا میں آپ کو بہت تنگ کروں گا بہتر ہے کہ آپ میرا قرضہ فوراً ادا کریں یہ معلوم کر کے اصحاب رسول نے اس غیر مسلم اعرابی کو ڈانٹا اور کہا نہایت ہی افسوس ہے تو جانتا ہے کہ تو کس سے بات کر رہا ہے اور کس طرح کر رہا ہے؟ مگر اس اعرابی پر کوئی اثر نہ ہوا اس نے ڈٹ کر کہا کہ میں تو اپنا حق طلب کر رہا ہوں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ صاحب حق کا ساتھ کیوں نہیں دے رہے۔ آپ لوگ صاحب حق کے ساتھ مل کر مجھے کہیں کہ اس کا حق فوراً ادا کیجئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خولہ بنت قیس کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو تم مجھے فلاں تاریخ تک کے لئے بطور قرض ادھار دے دو۔ حضرت خولہ بنت قیس نے فوراً کھجوریں بطور قرض روانہ کر دیں یہ کھجوریں قرض لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کا قرضہ فوراً ادا کر دیا قرضہ ادا کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھر کھانا کھلایا اور راضی کر کے اسے کو روانہ کیا۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

واضح رہے کہ یہ خولہ بنت قیسؓ آنحضرت علیہ السلام کے حقیقی چچا سیدنا حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ ایسے سینکڑوں واقعات ہماری مصدقہ معلومات میں ایک علمی خزینہ کے طور پر موجود ہیں جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ قدرے ان واقعات کے ساتھ ملا کر آپ حضرات کے سامنے "ماہنامہ مناقب صحابہؓ" فیصل آباد کی معرفت پیش کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ

قیام عدل اور اسلام:

حکمران طبقہ اور محکوم عوام دونوں کے لئے لازم ہے کہ ہوش میں رہیں' آنکھیں کھولیں' قوم کی ناؤ کو ڈوبنے سے بچائیں' اس کا صرف واحد علاج دنیا میں قیام عدالت' عدل وانصاف سے ہی قائم ہو سکتا ہے۔ طلوع اسلام کے وقت اس وقت دنیا میں تین بڑی سپر طاقتیں تھیں مگر ان تینوں میں عدل وانصاف کا نام ونشان تک بھی موجود نہ تھا۔ یہ سب سلطنتیں بتدریج عادل مسلمانوں کے کامل ومکمل عدل وانصاف کے قیام سے صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ ایک حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ عادل آدمی اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین انسان ہے اور ظالم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید تر ہے۔

ایک اور حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس ہے کہ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دریافت فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت کے نیچے کون جائے گا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے سامنے جب حق آ جائے تو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور جب ان سے سوال کیا جاتا ہے تو اپنے مال حلال کو خرچ کرتے ہیں اور جب یہ لوگ فیصلہ کرتے ہیں تو ایسا عادلانہ فیصلہ کرتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے لئے اسے پسند کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے دور خلافت راشدہ میں عدل وانصاف کے بلا مبالغہ ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ انسان یہ عدل وانصاف کے واقعات معلوم کر کے حیران رہ جاتا ہے مگر عام مسلمان حکمرانوں نے بھی ایسے حیران کن عدل وانصاف کے عظیم الشان فیصلے انجام دیئے ہیں کہ اس کے دور میں جن کی کوئی نظیر نہیں ملتی...... راقم نظام الملک طوسی وزیر اعظم کے دور کا صرف ایک بہت ہی مشہور واقعہ رقم کر رہا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

نظام الملک طوسی مرحوم کے دور میں ایک بوڑھا درزی جو کہ مسجد میں اذان بھی دیا کرتا تھا یہ واقعہ بہت طویل ہے جسے بہت ہی مختصر کر کے پیش خدمت کرتا ہوں۔ خلافت عباسیہ کے سب سے باجرات خلیفہ معتصم باللہ کے دور میں ایک معمولی مؤذن بھی قیام عدل کے سلسلے میں کیا کچھ کر سکتا تھا۔ یہ ایک ایسے اسلامی معاشرہ ہی میں صرف ممکن ہے جہاں کا حکمران عدل وانصاف کو ہر بات پر ترجیح دیتا ہو۔

منقول ہے کہ بغداد کے ایک بہت بااثر امیر ترین نے ایک معمولی تاجر سے چھ سو دینار پانچ ماہ کی مدت کے لئے قرض لئے لیکن ڈیڑھ سال تک ٹالتا رہا۔ جب یہ لینے جاتا تو وہ انکار کر دیتا۔

الغرض اس نے اپنی اس رقم کی واپسی کے لئے بڑے بڑے لوگوں کی سفارشیں کروائیں' بڑے جتنے کئے مگر سب کے سب ناکام ہو گئے۔ بالآخر اس نے قاضی کا دروازہ کھٹکھٹایا' قاضی نے اس کو طلب کیا مگر اس نے آنے سے انکار کر دیا یہ شخص جبکہ قطعی مایوس ہو گیا تو مسجد میں آہ وزاری کرنے لگا' زور زور سے کہنے لگا...... یا اللہ تو میری فریاد سن...... اس مسجد میں ایک درویش بھی بیٹھا تھا اس درویش نے اس سے دریافت کیا کہ تم کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بابا میری فریاد رسی اب اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں کر سکتا۔ تم کو بتانے سے کیا فائدہ ہو گا؟ اس درویش نے کہا کہ اگر فائدہ نہ ہو گا تو آپ کا نقصان بھی کوئی نہ ہو گا؟ اس شخص نے پھر اپنی مکمل روداد سنائی...... درویش نے کہا کہ بے فکر ہو جایئے تمہارا مسئلہ فوراً حل ہو جائے گا۔ تم ایسا کرو کہ فلاں مسجد کے پہلو میں ایک بوڑھا درزی بیٹھا ہوا کپڑوں کی سلائی کر رہا ہو گا تم اس کے

پاس جاؤ؟ جب یہ شخص درزی کے پاس جا رہا تھا تو یہ خیال اس پر سوار تھا کہ درزی کیا کر سکتا ہے؟ بڑے بڑے امراء اور رؤساء وغیرہ عاجز آ گئے ہیں تو بھلا یہ درزی کیا کر سکے گا؟

بہر حال وہ اس درزی کے پاس گیا..... درزی کو سارا واقعہ من و عن سنایا۔ درزی نے یہ حال سن کر فوراً اپنے ایک شاگرد لڑکے کو بھیجا کہ فلاں امیر ترین کے گھر جاؤ اور اس کے گھر پیغام بھیجو کہ فلاں درزی کا شاگرد پیغام لایا ہے جب وہ امیر آدمی تمہیں اپنے پاس بلائے تو اس کو میرا پیغام دو کہ فلاں شخص کا قرض مکمل ابھی ابھی ادا کر دو۔ اس درزی کا شاگرد لڑکا تھوڑی دیر بعد واپس آ گیا اور آ کر کہا کہ وہ امیر آدمی رقم لے کر ابھی آ رہا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد اس امیر آدمی نے اس شخص کو مکمل رقم ادا کر دی اور ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی مزید اس کی دعوت بھی کی اور ہر طرح سے اس کی دل جوئی کی۔

اس عجیب و غریب حیران کن ماجرا کے بعد اس شخص نے اس بوڑھے درزی سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ کہ جس امیر ترین آدمی نے بڑے بڑے امراء لوگوں کی بات نہ سنی وہ آپ کے آگے چند لمحوں میں سرنگوں ہو گیا۔ یہ سن کر اس بوڑھے درزی نے کہا کہ میرے جو روابط امیر المومنین کے ساتھ ہیں شاید اس کا علم تم کو نہیں ہے پھر اس بوڑھے درزی نے اس کو حیران کن واقعہ سنایا جو کہ مذکور ہے۔

اس درزی نے کہا کہ میں تیس سال سے اس مسجد کا مؤذن ہوں اور اس مسجد کے مینار پر اذان دیتا ہوں اور لوگوں کے کپڑے سی کر اپنی جائز اور حلال روزی کماتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اسی گلی میں میری رہائش ہے اور ایک امیر آدمی کا گھر بھی ہے۔

ایک دن میں عصر کی نماز ادا کر کے دکان پر آیا تو میں نے دیکھا کہ یہ امیر آدمی عالم مستی میں چلا آ رہا ہے اور ایک نوجوان خوب رو عورت کے دامن کو پکڑ کر اسے زبردستی کھینچ کر اندر لے جا رہا ہے وہ عورت خوب فریاد کر رہی ہے کہ میں اس قماش کی عورت نہیں ہوں یہ عیاش ہے اور زبردستی لے جا رہا ہے۔ میں نے چیخا چلایا کہ اس عورت کو چھوڑ دے مگر اس نے سنی ان سنی کر کے عورت کو زبردستی اندر لے گیا پھر میں چند اور لوگوں کو لے کر اس کے گھر گیا تا کہ اس مظلوم عورت کو اس کے ظلم سے نجات دلائیں تو اس نے ہمیں دیکھ کر اپنے غلاموں کو بلوا کر ہمیں خوب مارا پیٹا زد و کوب کیا یہاں تک کہ ہم خود بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ مجھے اس واقعہ کے سلسلہ میں کافی پریشانی ہوئی..... رات کو مجھے نیند نہ آئی اور آدھی رات کو میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ میں اب آدھی رات کو مسجد کے مینار پر چڑھ کر اذان دوں وہ نشے میں دھت ہو گا اور سمجھے گا کہ دن ہو گیا ہے وہ عورت کو گھر سے نکال دے گا تو میں اس مظلوم عورت کو اس کے خاوند کے پاس پہنچا دوں گا۔

چنانچہ میں نے ایسے ہی کیا مینار پر چڑھ کر اذان دی..... خلیفہ معتصم باللہ جاگ اٹھا اور بہت غضبناک ہو کر کہا کہ یہ آدھی رات کو کس نے اذان دی ہے اس کو پکڑ کر میرے سامنے پیش کرو۔

چنانچہ خلیفہ کے آدمی مجھے پکڑ کر لے گئے تو میں نے خلیفۃ المسلمین کو مکمل واقعہ تفصیل سے سنایا۔

خلیفہ یہ واقعہ سن کر سخت برہم ہوا خلیفہ نے اسی وقت ایک سو آدمی روانہ کر دیئے جو اس امیر آدمی کو گرفتار کر کے خلیفۃ المسلمین کے پاس لے آئیں جب وہ آیا تو خلیفہ معتصم نے غضبناک ہو کر اس سے پوچھا میرا عہد عدل اور دینداری میں اس قدر خلل ڈالنے کی تجھے کیسے جرأت ہوئی کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں وہی نہیں ہوں جس نے روم کے لشکر کو مار بھگایا' قیصر کو شکست فاش دی آج میرے دور عدل میں بھیڑیا اور بکریاں ایک گھاٹ سے پانی پیتے ہیں تجھے یہ جرأت کیونکر ہوئی کہ تو ایک عفیف اور کمزور عورت کے ساتھ بدکاری کا مرتکب ہوا..... پھر لوگ تجھے نیک چلنی کی تلقین کریں اور تو ان کو زد و کوب کرے؟ اس کے بعد خلیفۃ المسلمین نے اس امیر کو ایک بورے میں ڈالنے کا حکم نافذ کیا..... پھر اس بورے کو جکڑ کر اس کو لاٹھیاں مار کر اس کی ہڈیاں چورہ چورہ کر دی گئیں پھر اس بورے کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔

اس کے بعد خلیفۃ المسلمین نے میری یہ ڈیوٹی لگا دی کہ اے شیخ! دیکھو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ ایسا غلط کام کیونکر کر سکتا ہے میں آج سے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس اسلامی ریاست میں کوئی شخص بھی کسی پر اگر ظلم کرے یا شریعت محمدیہ کی توہین کرے تو تمہارا فرض ہے کہ اسی وقت فوراً بے وقت دن ہو یا رات اذان دے دو تا کہ میں یہ بے وقت کی اذان سن کر تم کو بلاؤں پھر مجرم کے ساتھ خواہ وہ میرا فرزند ہی کیوں نہ ہو وہی سلوک کروں جو اس سنگ خلیفہ کے ساتھ میں نے ابھی کیا ہے تا کہ ریاست میں امن و عدل اور انصاف کا قیام موجود رہے۔ یہ کہہ کر خلیفۃ المسلمین نے مجھے انعام دیا اور بہت ہی احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

اس واقعہ سے پورا بغداد امن و عدل کا گہوارہ بن گیا۔ اس امیر نے بھی اگر یہ تمہاری رقم فوراً واپس کر دی ہے تو میرے ساتھ ادب و احترام کے ساتھ ایسا نہیں ہوا بلکہ خلیفہ کے انصاف و عدل سے اس نے آپ کا قرضہ فوراً ادا کر دیا ہے ورنہ اسے معلوم تھا کہ میں اس وقت مسجد میں جا کر اذان دے دیتا پھر اس امیر کا حشر بھی اس امیر جیسا ہی ہوتا۔

خلیفۃ المسلمین کے وزیر اعظم نظام الملک طوسی نے اس قسم کی اور بھی بہت ساری عادلانہ حکایات مرقوم کی ہیں مگر صرف اسی حکایت سے اندازہ کر لیجئے کہ اسلام کے دور عروج میں ایک ضرب المثل زبان زد عوام تھی کہ:

ساعة خير من عبادة ستين سنة..... یعنی صرف ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے بہت ہی بہتر ہے۔ قیام عدل سے تو درندوں پرندوں اور حشرات الارض میں بھی رجحانات پیدا ہو جاتی ہے۔ خلافت راشدہ کے دور میں بھیڑیوں کو بکریوں کے ساتھ چرتے ہوئے اور ایک گھاٹ سے پانی پیتے ہوئے دیکھا گیا۔

مگر وائے افسوس کہ اب کے دور جدید دور سائنس اور ترقی یافتہ دور میں کہیں بھی عدل و انصاف کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ علماء صلحاء اور مؤمنین کاملین کو دہشت گردی کا جھوٹا لیبل چسپاں کر کے جعلی پولیس مقابلوں میں گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے۔

اسلام آباد جہاں جا بجا پر تمیں مارستی قومی اسمبلی کے معزز عالم دین اور اسلام کے عظیم سکالر مولانا محمد اعظم طارق رحمۃ اللہ علیہ پر متعدد گولیاں برسا کر شہید کر دیا گیا اور آج تک قاتل گرفتار بھی نہیں ہوئے۔ ☆☆

روح کی غذا یا سزا

طارق محمود
مدرس جامعہ عثمانیہ تحصیل سرائے عالمگیر گجرات

گانا سننے کے سبب زمین میں دھنسنے یا بندر خنزیر بن جانے کا خطرہ

پہلی حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر پئیں گے اور ان کی دلچسپی تفریح گلوکاروں کے گانوں کے ساتھ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں (ان کے جرم کی وجہ سے) زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کو بندر خنزیر بنا دے گا۔

دوسری حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میری امت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو بدکاری، ریشم، شراب اور ساز باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ اسی جرم کے سبب ایک رات ان پر عذاب الٰہی نازل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض شکلوں کو قیامت تک مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

(بخاری ج:2 ص:873)

تیسری حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں اس امت کے کچھ لوگوں کو بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ لوگ کلمہ نہیں پڑھتے ہوں گے؟ فرمایا کیوں نہیں بلکہ وہ نماز روزہ حج کے بھی پابند ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر عذاب کیسے؟ فرمایا کہ وہ ہر طرح کے ساز باجے کے شوقین ہوں گے۔ چنانچہ وہ کھانے پینے اور میوزک سننے سے فارغ ہو کر سوئیں گے۔ جب صبح اٹھیں گے تو ان کی شکلیں بگڑ کر بندر اور خنزیر بن چکی ہوں گی۔

(اغاثۃ اللہفان ج:1 ص:280)

گانا سننے والوں پر طوفان:

چوتھی حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ میری امت کا ایک گروہ (حرام) کھانے پینے اور (حرام) کھیل کود میں مصروف رہ کر وقت گزار دے گا اور صبح کے وقت انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا اور ان میں کچھ لوگوں پر تیز و تند ہوا چلے گی جو انہیں اس طرح اٹھا اٹھا کے زمین پر مارے گی جس طرح ان سے پہلے نافرمانوں کو مارا۔ ان کا جرم یہ ہوگا کہ یہ شراب پئیں گے ساز بجائے اور گلوکارائیں رکھ لیں گے۔

(مسند احمد)

آج گلوکاری کی جگہ ٹی وی اور وی سی آر سینما وغیرہ نے لے لی اور آج ان سے بھی یہی کام لیا جاتا ہے۔

گانے کے شائقین پر آسمان سے پتھروں کی بارش:

پانچویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میری امت کے کچھ لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ بعض پر سنگباری اور بعض کی صورتیں مسخ کر دی جائیں گی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کب؟ فرمایا جب ساز باجے اور گلوکارائیں عام ہو جائیں گی اور شراب کا نام بدل کر حلال سمجھ کر پی جائے گی۔

چھٹی حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں ایک آدمی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا اے ام المومنین! زلزلے کے بارے میں کوئی حدیث سنائیے۔ فرمایا جب لوگ زنا کو اچھا سمجھیں گے شراب پئیں گے گانا باجے بجائیں گے..... اس وقت اللہ کو آسمان میں غیرت آئے گی زمین کو حکم دے گا کہ وہ جنبش کرے اگر انہوں نے توبہ کر لی تو ٹھیک ہے ورنہ ان پر آسمانوں سے پتھر برسیں گے۔

(اغاثۃ اللہفان ج:1 ص:282)

گیت گانے والے مرد اور عورتیں لعنتی ہیں:

ساتویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آوازوں پر اللہ کی لعنت ہے اور آخرت میں بھی پھٹکار ہوگی۔ ایک گویے کی آواز اور دوسری مصیبت کے وقت بین کرنے کی آواز۔ (مجمع الزوائد ج:2 ص:13)

گانے سننے والوں کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا:

آٹھویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی آدمی کسی گلوکارہ کی مجلس میں بیٹھ کر گانا سنتا ہے قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ (نیل الاوطار ج:8 ص:103)

گانا سننے والے کا جنازہ نہ پڑھو:

نویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی

ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اس حال میں مرا کہ اس کے پاس گلوکارہ ہے ایسے آدمی کا جنازہ نہ پڑھو۔(القرطبی :140)

گلوکارہ کی حیثیت سے برائی اس کا فعل ہے جو کہ گیت گاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو آدمی مرد یا عورت سائنسی آلات ٹی وی وی سی آر ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کو اپنے پاس رکھ کر برائی کا معاون بنتا ہے وہ شریعت کی نظر میں اس قدر برا ہے کہ اس کا جنازہ بھی نہ پڑھو۔

رحمت الٰہی سے محروم جگہ:

دسویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے گھر یا قافلہ میں جھنکار والی گھنٹی یا گھنگرو ہوں اس میں اللہ کی رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔(نسائی ج:2)

گویئے کے کندھوں پر شیطان:

گیارھویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی گانے کی آواز گلے سے نکالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کندھوں پر دو شیطان بھیجتا ہے جو اس کے سینے پر خاموش ہونے تک ایڑیاں مارتے رہتے ہیں۔
(تفسیر قرطبی ج:14 ص:104)

گانا گانے والوں کے لئے نبی کی بددعا:

بارھویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو گانا گاتے ہوئے سنا تو آپ نے بددعا فرمائی......

اے اللہ! ان دونوں کو اوندھا کر کے آگ میں داخل کر۔ (مسند احمد)

ٹی وی، وی سی آر آڈیو ویڈیو سینما فحش فلمی کیسٹوں کی کمائی حرام ہے:

تیرھویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گلوکارائیں (اور اس کے قائم مقام ٹی وی سی آر سینما اور گانے والی کیسٹیں) نہ خریدو اور نہ ہی بیچو اور نہ ہی انہیں گانے کا فن سکھاؤ کیوں کہ ان کی تجارت بے فائدہ ہے اور ان کی کمائی حرام ہے۔(مسند احمد ج:5 ص:264 ترمذی کتاب البیوع)

موسیقی کے ساتھ قوالی حرام اور شیطانی عبادت ہے:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قوال اولیاء اور انبیاء کی تعریف کرتے ہیں۔ لہٰذا قوالی سننا عبادت ہے۔ دوستو! قوالی کرنا اور سننا رحمٰن کی عبادت نہیں بلکہ یہ شیطان کی عبادت ہے کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

چودھویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب، جوا، بانسریاں، ساز باجے اور طبلہ سارنگی گانے کو حرام قرار دیا ہے اس میں شک نہیں کہ اولیاء انبیاء کی تعریف بیان کرنا ایک نیک عمل ہے۔ اگر قوال قوالی کے ساتھ باجے طبلہ سارنگی بجاتے ہیں جو کہ شریعت میں حرام ہے اور جو حرام کام یعنی قوالی کرتا اور سنتا ہے وہ عبادت الٰہی کی بجائے شیطان کی عبادت کرتا ہے اور اسے خوش کرتا ہے ساز باجے اور تمام آلات موسیقی کو مٹانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

پندرھویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں بانسریاں، ساز باجے اور تمام آلات موسیقی اور بتوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالوں۔

(مسند احمد ج:5 ص:257)

مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ جس کام کو مٹانے کے لئے نبی مبعوث ہوئے آج ان آلات کے ساتھ نبی کی تعریف بیان کر کے گویا کہ آپ کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔(نعوذ باللہ)

گانا نفاق پیدا کرتا ہے:

سولھویں حدیث:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

گانا اس طرح دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا پانی کھیتی کو پیدا کرتا ہے۔(مشکوٰۃ ص:411)

نغموں میں بعض نغمے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب انسان سنتا ہے تو اس کے دل میں طرح طرح کے برے خیالات اٹھتے ہیں حتیٰ کہ انسان برائی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے' بے شمار انسان ایسے ہیں جو فحش گانے سننے کے سبب زنا' شراب' جوا' ڈکیتی' قتل و غارت کی برائیوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

مسلمانو اللہ سے ڈر جاؤ' قرآن وسنت کے ان دلائل کی روشنی میں فیصلہ کرو کہ موسیقی روح کی غذا ہے یا سزا؟ مسلمانو تمہارا ساز' موسیقی نہیں قرآن ہے جو حقیقی روح کی غذا ہے جو دل میں ایمان بھرتا ہے' مسلمانوں کو کافروں کی غلامی اور تقلید سے نکال کر کفر کے مقابلے میں کھڑا کرتا ہے۔ آیئے اس قرآن پاک کی تقلید کرتے ہوئے موسیقی اور آلات موسیقی کو اپنے گھر و دیوار اور دل و دماغ سے جھٹک دیں اور اپنے اسلاف محمد بن قاسم اور خالد بن ولید کی راہوں پر چلتے ہوئے دعوت جہاد اور قتال کے میدانوں میں اپنے رب کے لئے جینے اور رب کے لئے مرنے کا انداز سیکھیں۔ اللہ عمل کی توفیق دے۔(آمین)

☆......☆......☆

﴿قہقہہ کی آفات﴾

☆......علم وعقل والے تیری مذمت کریں گے۔

☆......بے وقوف اور جاہل لوگ تجھ پر دلیر ہو جائیں گے۔

☆......اس سے آئندہ گناہوں پر جرأت ہوتی ہے کیوں کہ ہنسی سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ اس سے موت اور اس کے بعد کے حالات سے غفلت اور نسیان ہو جاتا ہے۔

CamScanner

تبلیغ اور ہم

مولانا اعجاز عابد
ضلع نوشہرہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

ترجمہ:...... "پہنچاؤ میری طرف سے خواہ ایک چھوٹی سی بات ہی کیوں نہ ہو"

دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں یہ تمام مذاہب بظاہر دو اقسام میں منقسم کئے جاسکتے ہیں۔ سب سے پہلے الہامی مذاہب اور دوسرے نمبر پر خود ساختہ مذاہب۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہندومت بھی کسی الہامی مذہب کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں ان کی کچھ نہ کچھ شکل الہامی مذاہب سے ملتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں ہر مذہب کا ماننے والا کسی نہ کسی طور پر براہ راست الہامی مذہب سے تعلق رکھتا ہے...... لیکن یہ بات غلط ہے۔ دنیا میں سکھ، ہندومت، آگ کی پوجا کرنے والے وغیرہ یہ وہ مذاہب ہیں جو لوگوں نے بنائے ہیں، دنیا میں ان مذاہب کے علاوہ الہامی مذاہب بھی ہیں یہ مذہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام ہیں۔ عیسائیت اور یہودیت اپنی عمر پوری کر چکے ہیں۔ ان کے لئے دنیا میں کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔

دیکھئے! دنیا میں خدانخواستہ آج کوئی شخص ہندو بننا چاہے تو اسے ہندو بنانے کے لئے کوشش ضرور کی جائے گی ہندو بنانے کی کوشش ہندو دھرم کا حصہ نہیں بلکہ یہ اسلام کی صدائے بازگشت ہے کہ اس نے تبلیغ کے ذریعے دین ساری دنیا تک پہنچایا۔ چنانچہ اسلام کے تبلیغی پروگرام کو دیکھتے ہوئے ہندومت اور دوسرے غیر الہامی مذاہب کی بھی ترغیب ہوئی کہ وہ بھی اپنے مذہب کو بڑھانے کے لئے کوشش کریں لیکن اگر کوئی آج یہ اعلان کرے کہ میں یہودی ہونا چاہتا ہوں تو دنیا کے تمام یہودی مل کر اسے یہودی تسلیم کرنے سے انکار کر دیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ یہودیت تبلیغی مذہب نہیں ہے بلکہ یہ نسلی اور خاندانی مذہب ہے۔ لہٰذا یہودی کسی غیر یہودی کو اپنے مذہب میں داخل کرنا پسند نہیں کرتے۔

1962ء کے اوائل میں امریکہ میں ایک سیاہ فام (جو امریکہ میں آباد ہے) نے عیسائیت سے تنگ آکر یہودی مذہب قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ امریکہ میں یہودی بہت طاقتور اور مالدار ہیں اس لئے اس چیز کا فائدہ مجھے بھی ہوگا لیکن یہودیوں کی لاتعداد تنظیم نے اسے یہودی ماننے سے انکار کر دیا۔

لیکن اس مذہب کے برخلاف دنیا کا سچا مذہب "اسلام" وہ مذہب ہے جس میں یہ قید نہیں ہے۔ صلاح الدین ایوبی کے مقابلے میں جو لشکر بیت المقدس کے لئے لڑائی لڑنے کے لئے آیا اس میں ایک جرنیل نے جب یہ کہا کہ امنت باللہ ورسولہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں۔ صلاح الدین نے کہا کہ اسے مہمان خانے میں لے جاؤ اور عزت واحترام سے ٹھہراؤ۔ صلاح الدین ایوبی کے جرنیلوں نے کہا کہ یہ بڑا بدبخت ہے منافقت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ کو آج دھوکا دے کر کل پھر عیسائی مذہب قبول کرے۔

صلاح الدین ایوبی نے کہا کہ ہمیں یہ حکم نہیں ہے کہ کسی کے دل کو جھانکیں، ہمیں تو زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا پاس کرنا ہے اور اگر آج یہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ رہا ہے تو ہمیں اس کی زبان پر اعتبار کرنا پڑے گا۔

اگر آپ کو دین کی ایک آیت ہی معلوم ہے تو آپ کے ذمے ہے کہ آپ دین کو دوسروں تک پہنچائیں۔ دعوت مسلمان تک ہی نہیں بلکہ اسے غیر مسلموں تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ اسلام تبلیغ کا مذہب ہے۔ جب ایرانیوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں ایک عرب سردار کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر المومنین! یہ ایرانیوں کی قوم منافق ہے آپ انہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں، انہیں اسلام سے محبت نہیں بلکہ یہ عربوں کی ترقی سے خطر اپنے آپ کو اسلام میں لا کر اسلام کی پیٹھ میں خنجر گھونپنا چاہتے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگرچہ اس قوم کا مزاج یہی ہے جو تم کہہ رہے ہو لیکن ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم انہیں اسلام میں داخل ہونے سے روکیں۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "تبلیغ ہر مسلمان کے ذمے فرض کفایہ ہے" یعنی مثال کے طور پر محلے میں اگر کوئی شخص فوت ہو جائے تو ہر شخص پر فرض ہے کہ فوت ہو جانے والے کی نماز جنازہ ادا کرے اگر محلے میں سے کوئی مسلمان اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کرتا تو اس کا وبال تمام اہل محلہ پر پڑتا ہے اور اگر چند لوگ یہ فریضہ ادا کر لیں تو ایک ایسا فرض ادا ہو گیا کہ چند ایک نے پڑھی اور تمام اہل محلہ سرخرو ہو گئے اسے فرض کفایہ کہتے ہیں۔

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جو دارالعلوم دیوبند کے تمام شیوخ کے استاد ہیں، سلسلہ صابریہ چشتیہ کے سرخیل ہیں اور حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی میت پڑی ہو اور غسل دینے اور تدفین کے دوران حاضرین مجلس کلمہ طیبہ کو کثیر تعداد میں پڑھ کر مرنے والے کی روح کو ایصال ثواب کر دیں تو قبر میں پہنچنے سے پہلے اللہ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر کسی تدفین کے وقت نماز جنازہ میں چالیس یا چالیس سے زائد اہل ایمان جمع ہو جائیں تو اللہ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں...... بشرطیکہ انسان کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ اگر انسان کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا تو ساری دنیا کے مسلمان بھی مل کر اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فارغ ہوتے تو مسجد میں بیٹھ جاتے اور اگر کسی کو ایک حدیث معلوم ہے وہ دوسرے کو تعلیم دیتا۔ یہی مزاج تابعین تبع تابعین اور بعد کے بزرگان دین تک چلتا رہا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ مساجد تعمیر کروائیں اور ان میں امام

مقرر فرمائے۔

چنانچہ تاریخ اسلام میں کوا دوار ائمہ کا تقرر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ ان کے دور میں تبلیغ کی برکت سے اسلام ہندوستان تک آ پہنچا اور پھر یہاں جب مغل برسر اقتدار آئے انہوں نے اپنے دور حکومت میں بڑے بڑے قلعے تو تعمیر کرائے شاہی مساجد تو تعمیر کروائیں تاج محل تو بنوا دیے لیکن مولوی اور مدرسہ کی نفرت مغلوں کے دل و دماغ میں رچ بس گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغلوں کے ہزار سال کے دور اقتدار میں ہندوستان میں تبلیغ کا کام سست پڑ گیا۔

مسلمان اپنی محلاتی سازشوں اور اقتدار کی جنگوں میں اپنی اقتدار سے محروم ہوتے چلے گئے اور دین کے سیکھنے سکھانے کا عمل مسجدوں تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی مرقد اطہر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے ہندوستان کے قریہ قریہ بستی بستی میں خانقاہوں کا جال بچھا دیا۔ حضرت مجدد صاحب کے تین سو سے زائد خلفاء تھے۔

انہوں نے اور ان کے خلفاء نے دین کی دعوت کو پھیلانے میں کوئی کسر اٹھا نہ چھوڑی۔ یہ تبلیغ دین دار لوگوں کا مزاج تو رہا لیکن جس امت کے ذمے یہ بات فرض تھی کہ اس دین کو دنیا کے آخری کونے تک پہنچائے وہ امت اس بات سے ہنوز محروم ہے۔ یہ دین اپنے اندر ایک طبعی بنیادی حکمت رکھتا ہے اس لئے کہ جب آدمی داعی بن جاتا ہے تو اسے یہ احساس ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جن کاموں کے لئے میں دوسروں کو کہتا ہوں میرے اندر بھی وہ خرابیاں نہیں ہونا چاہئیں...... دنیا حیران ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں انقلاب کیسے برپا ہو گیا وہ آٹھ دس سال میں دنیا کی سب سے زیادہ مہذب اور مضبوط قوم کیسے بن گئے؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے آپ کو دین کا داعی بنا لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ کرام کی اپنی زندگیاں بھی بدلیں اور لوگوں کی زندگیوں میں بھی انقلاب برپا کر دیا۔

اسلام کو دیکھا دیکھی عیسائیت نے بھی تبلیغ شروع کی اور دنیا کے سب سے بے ہودہ مذہب نے بھی ہندو مذہب ہندومت نے بھی بلایا یورپ اور امریکہ میں ایسی تبلیغ کی کہ آج کا یورپ سکون کی تلاش میں ہے اور اس مصنوعی زندگی سے وہ سب بے زار ہیں وہ اس مصنوعی اور تصنع کی زندگی سے اکتا چکے ہیں انہیں سکون کے لئے کوئی راستہ ملے آج کا یورپ اس پر چلنے کو تیار بیٹھا ہے۔

جب میں لندن پہنچا تو مجھے گھنٹیاں بجنے کی آواز آئی میں حیران ہو کر باہر نکلا تو دیکھا کہ انگریز نوجوان سروں کو منڈوائے اوپر چوٹی رکھوائے "ہرے رامے" کا گیت گاتے جا رہے ہیں پوچھنے پر پتہ چلا کہ انہوں نے ہندومت نیا نیا قبول کیا ہے۔

اب آپ بتائیں کہ مذہب میں کوئی کشش نہیں، کوئی استدلال نہیں، اس مذہب کو بھی آج کا یورپ ماننے کے لئے تیار ہے اور اگر آج یورپ تک انسانیت کی حقیقی خیر خواہی یعنی "اسلام" پہنچے تو کیا وہ اسے قبول نہیں کریں گے لیکن اسلام کے راستے میں آج کا کمزور مسلمان بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

برادران اسلام! میرا اور آپ کا ایمان بھی اس طرح سے بچ سکتا ہے کہ ہم لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلانے والے بن جائیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ہر چیز سے قطع تعلق کر لیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ دین اور اس کے تقاضے ہماری زندگیوں میں غالب ہو جائیں اگر دین ہماری زندگیوں میں غالب نہیں ہوگا تو دنیا اور آخرت دونوں میں پشیمانی ہوگی۔ آج کے فتنہ و فساد کے زمانے میں ایمان کی سلامتی اس کے بغیر نہیں ہو سکتی کہ ہر مسلمان داعی کی زندگی اختیار کرے۔

الحمد للہ! تبلیغی جماعت وہ جماعت ہے جس نے دنیا کے آخری کونے تک دین کی شمع کو ایسے فروزاں کیا ہے کہ اگر تبلیغ کا نظام سعودی عرب میں موجود نہ ہوتا تو کبھی سعودی عرب کے دس ہزار نوجوان افغانستان نہ پہنچتے۔ آج جہاد میں افغانستان کے مجاہدین کے ساتھ ساتھ عرب نوجوان اور ہمارے مدارس عربیہ کے طلباء کرام بھی شامل ہیں یہ سب تبلیغ کا اثر ہے۔

☆..........☆..........☆

﴿جہاں میں اسلام لہرانے کا وقت آیا﴾

مسلمانو! اٹھو باطل سے ٹکرانے کا وقت آیا
سر میداں تڑپنے اور تڑپانے کا وقت آیا

جہاد فی سبیل اللہ رسول اللہؐ کی سنت ہے
صحابہؓ کی عمل تاریخ دہرانے کا وقت آیا

اٹھو! فاروق اعظمؓ کے جہان شہ زور فرزندو
بساط جنگ پر قوت سے چھا جانے کا وقت آیا

خدا کے نیک بندو! اپنے حجروں سے نکل آؤ
کمر باندھو! محاذ پر جانے کا وقت آیا

سپاہ غازیؓ شیرو! دلیرو! تند طوفانو!
عدو کے مورچوں پر آگ برسانے کا وقت آیا

مجاہد باندھ لے سر سے کفن اور سر بکف ہو جا
شہادت کا مقدس مرتبہ پانے کا وقت آیا

تمہیں یہ جنگ کا میداں ہے گویا کھیل کا میداں
توپوں کی گرج سے زیست بہلانے کا وقت آیا

تمہارے بازوؤں میں جان ہے ایمان کی طاقت
نہتے ہو کے بھی دشمن سے بھڑ جانے کا وقت آیا

فرنگی شاطروں نے ظلمتیں بانٹی ہیں دنیا میں
خدا کی سرزمین میں نور پھیلانے کا وقت آیا

نظام مصطفےٰؐ نافذ کر کے دم لیں گے
نظام قیصر و کسریٰ کو ٹکرانے کا وقت آیا

نفیس اب طالبان کو نصرت باری مبارک ہو
جہاں میں پرچم اسلام پھیلانے کا وقت آیا

﴿حافظ افتخار احمد ناصر چک 11 جنوالہ﴾

علم کی فضیلت

مولانا ابرار احمد
لندن

سب سے بڑا کمال:

انسانی صفات میں جہاں بہت ساری صفتیں اور بہت ساری خوبیاں ہیں جو صفات کمال کہلاتی ہیں ان تمام میں سب سے بڑا کمال صفت علم ہے تمام کمالات اس کے ماتحت ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شرعی علوم سے ہٹ کر ویسے بھی آدمی غور کرے تو اس کی عقل بھی کہے گی کہ کمالات انسانی میں سب سے بلند مقام اور درجہ علم کا ہے گویا فطرت کا تقاضا' عقل کا تقاضا' تجربہ کا تقاضا اور شرعی اطلاعات اور کتاب وسنت کا تو تقاضا ہے ہی کہ انسانی کمالات اور خوبیوں میں سب سے بڑھ کر کمال خوبی نعمت علم سے متصف ہونا ہے۔

جب علم صحیح آتا ہے تو اس کی برکت سے حق تعالیٰ توفیق عمل بھی عطا فرماتے ہیں علم جب صحیح آئے گا تو خود عالم کے رخ کو وہ آخرت کی طرف متوجہ کرے گا اور اس کی زندگی میں دین کی اہمیت' اس کے مطابق زندگی گزارنے کا جذبہ' اس کی فکر' احساس' یہ ساری چیزیں پیدا ہوں گی تو بنیادی چیز علم ہے۔

رائیوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے:

اسی لئے ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ حکومتوں میں بھی بہت سے مناصب ایسے ہیں کہ جب تک آدمی مخصوص صفت علم سے متصف نہ ہو اس وقت تک اس مقام کے لائق اسے نہیں سمجھا جاتا' ایک آدمی اگر جاہل مطلق ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہالت کی وجہ سے حکمرانی اور کرسی کے وہ لائق نہیں ہے لیکن موجودہ دور کی جمہوریت کا حال یہ ہے کہ اس میں مثلاً ایک کروڑ فرد کروڑ رائے والے کم عقل ایک طرف ہیں اور اسی (80) لاکھ عقل مند ایک طرف ہوں تو کثرت رائے پر دارومدار ہوتا ہے۔

بقول علامہ اقبال مرحوم

جمہوریت وہ طرز حکومت ہے کہ جس میں
رائیوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اس میں رائیں گنی تو جاتی ہیں تولی نہیں جاتیں کہ ان میں کتنا وزن ہے اور ان میں کتنی اہمیت ہے۔

آسمانی وزراء:

آسمانی نظام میں بھی حق تعالیٰ شانہ نے علم کو بڑی اہمیت مرحمت فرمائی اور پھر علوم کے اندر خاص طور پر وہ علم جس کا تعلق شریعت سے ہے اور حق تعالیٰ کی مرضیات اور نامرضیات کی واقفیت جس علم پر موقوف ہے اس کا درجہ ومقام ہے۔ اسی لئے حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آسمانی بادشاہت میں بھی حق تعالیٰ نے چار وزراء مقرر فرمائے ہیں۔ ایک کی حیثیت وزیر تعلیم' دوسرے کی حیثیت وزیر غذا' تیسرے کی حیثیت وزیر موعظت وتذکیر کی اور چوتھے کی حیثیت ہے سیاست وزجر وتوبیخ کی۔ یہ چاروں بڑے قلمدان حق تعالیٰ نے آسمان میں قائم فرمائے' وزیر تعلیم قرار دیئے گئے...... حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کہ ان کی شان ہے معلمانہ اور معلم حقیقۃ خیر وبھلائی کا داعی ہوتا ہے اور شریعت اسلام نے بہت بڑی دعوت کے لئے اذان کو ایک حیثیت دی ہے اسی لئے کتابوں میں لکھا ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام کی حیثیت جہاں معلمانہ ہے وہیں ان کی حیثیت مؤذنانہ بھی ہے کہ آسمانوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اذان دیتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ اذان کے جو کلمات ہیں اگر ان کو کھولا جائے اور تفصیل سے اس پر بولا جائے تو مستقل رسالہ تیار ہوسکتا ہے تو اتنی جامع ترین دعوت مختصر کلمات میں پانچ مرتبہ ملت اسلامیہ کو سنائی جاتی ہے اور اہل اسلام اس کو سنتے ہیں اور اس کے منشاء کے مطابق پھر عمل کرتے ہیں تو غرض یہ کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی حیثیت وزیر تعلیم کی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی خدمت اقدس میں ان کی حاضری منشاء خداوندی کی ترجمانی کے لئے ہے۔

شرعی نظام کی حیثیت:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شرعی نظام کائنات کے تکوینی نظام سے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے تکوینی نظام مثلاً آسمان وزمین کی گردش چاند سیاروں کی روش' مادی منفعتوں اور ان کے حصول کے ذرائع وغیرہ یہ سب تکوینی نظام کے تحت آتے ہیں لیکن اس عالم میں شرعی نظام روح کی حیثیت رکھتا ہے آپ اس کی مثال ایسی سمجھ لیں کہ جیسے کسی انجینئر نے ایک بڑی مشین تیار کی اس میں کلیں ہوں پرزے ہوں اور مختلف اجزاء پر مشتمل ایک نہایت نفیس عالی شان مشین ہے...... یہ مشین تو ایک ڈھانچہ اور صورت ہے اب تک اس کی افادی حیثیت سامنے نہیں ہے اس میں روح کی ضرورت ہے لہٰذا اسے تیار کرنے کے بعد بجلی کی رو اور بجلی کی لہر اس میں دوڑا دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ مشین اور اس کے کل پرزے حرکت میں آجاتے ہیں اور ساری مشین متحرک ہوکر اپنی افادی حیثیت لوگوں کے سامنے اجاگر کرتی ہے تو ایک ہے مشین کا جسم اور ڈھانچہ اور ایک اس میں دوڑنے والی بجلی ہے جس کے نتیجہ میں وہ مشین حرکت کرتی ہے اور حرکت کی برکت سے اس کے فوائد سامنے آنا شروع ہوتے ہیں۔

صورت کے لحاظ سے مشین کو آپ ایسا سمجھیں جیسے تکوینی نظام اور بجلی کی رو اور لہر اس میں دوڑ رہی ہے یہ اس کی روح اور جان ہے جسے آپ شرعی نظام سمجھ لیں تو خدا پاک نے اس کائنات کو بنایا اور بنانے کے بعد اس میں جتنی چیزوں کی ضرورت تھی ان ضروریات کا کلی طور پر نظم فرمادیا۔ اس کے بعد شرعی نظام قائم فرمایا تو گویا مادی کائنات کی جان اور روح اور اس کی اصل خلقت کا جو منشاء ہے وہ شرعی نظام ہے۔

علوم نہیں بلکہ فنون:

اس کی وجہ یہ ہے کہ شرعی نظام سے خدا کے

پاک کی مرضیات اور نامرضیات کا پتہ چلتا ہے اور خدائے پاک کی مرضیات و نامرضیات سے متعلق جو علم ہے وہ اتنا اہم اور عظیم ہے کہ دنیا کے سارے علوم اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ اس لئے حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس دنیا کے علوم کو علوم اور اصل بات دھری سے کہہ دیا گیا ہے' یہ فنون ہیں' فنون جن کا تعلق تجربے سے ہے کہ کوشش اور تجربے کی بنیاد پر ایک چیز سامنے آتی ہے اور تجارب بدلتے رہتے ہیں' آراء بدلتی رہتی ہیں' علم انسانی میں تغیر ہوتا رہتا ہے مگر علم خداوندی کے اندر کوئی کمی بیشی نہیں کوئی تغیر نہیں' ہاں انسانوں کے لحاظ سے اگر کوئی حکم ادھر سے آئے اس کے بعد ان کی اپنی تبدیلی کی وجہ سے حکم بدل جائے تو وہ تبدیلی انسانی حالات کی ہے' وہاں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔

کائنات کے باقی رہنے کا سبب:

مثال کے طور پر ایک بچہ پیدا ہوا' ماں باپ نے اس کے لئے کرتا پاجامہ تیار کیا' ننھا منا ایک ڈیڑھ بالشت کا بچہ ہے تو کپڑا بھی ویسا ہی' پھر وہ کچھ بڑھا تو کرتا پاجامہ بھی بڑھا پھر کچھ اور بڑھا تو لباس اور بڑھا یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے اس کا جسم اپنے عروج کے آخری نکتہ پر جب پہنچتا ہے تو لباس بھی وہاں جا کر رک جاتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے انسانیت کے دل ودماغ کے لئے اور شعور وروح کے لئے جو شرعی لباس تیار کیا تو ابتداء میں انسانی شعور چھوٹا تھا اسی لئے بہت معمولی باتیں انہیں بتلائی گئیں' جب شعور بڑھنے لگا تو اسی اعتبار سے شرعی لباس بھی اس کی روح کے لئے بڑھا۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے کمال پر پہنچ گیا (اور یہ زمانہ نبی کریم کی امت کا ہے) تو باکمال امت کے لئے سب سے زیادہ شریعت اور سب سے بڑے باکمال معلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرحمت فرمائے گئے۔ اس سے ایک بات یہ بھی واضح ہوئی کہ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ شریعت کاملہ حضرت آدم وحضرت نوح علیہ السلام کی امت کو دے دی جاتی تو کیا حرج تھا؟ تو اس کے جواب یہی ہے کہ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے چھ فٹ کا آدمی ہو اور اس کا لباس کسی چھوٹے سے بچے کو پہنا دیا جائے اور وہ جس طریقے سے خلاف عقل وخلاف عقل وحکمت ہے ایسے ہی وہ انسانی طبیعتیں جو شعور کے لحاظ سے ابھی ابتدائی پوزیشن میں ہیں اور بچپن کی ہی حالت ہے تو بچپن کی پوزیشن میں لباس وہ پہنا دیا جو پچپن سال کی عمر کے مناسب ہے تو وہ کیسے اس کے بدن پر فٹ ہوگا اور مناسب ہوگا؟

حق تعالیٰ کی طرف سے جو شرعی نظام ہے وہ حقیقتاً اس کائنات کی روح ہے اور اسی شرعی نظام کی وجہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت وتعلق بھی قائم رہتا ہے اور وہی شرعی نظام سبب بن جائے گا ___ حق تعالیٰ شانہ کی یاد کی بقاء کا اور وہی خدائے پاک کی یاد حقیقت اس کائنات کے باقی رہنے کا سبب ہے۔

حدیث نبوی اور اس کی دلنشین تشریح:

اسی لئے علماء لکھتے ہیں کہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ طالب علم جب علم حاصل کرنے کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو سمندر کی مچھلیاں اور بل میں چیونٹیاں اس کے لئے دعا کرتی ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ مچھلی کا تعلق سمندر اور تری سے اور چیونٹی کا تعلق خشکی سے ہے تو گویا ادھر اشارہ ہے کہ بحر وبر کی ساری مخلوق طالب علم کے لئے دعائے خیر کرتی ہے یا مچھلی وہ جاندار ہے جو حلال ہے اور چیونٹی حرام ہے تو اس سے ادھر اشارہ ہے کہ مچھلیاں بہت بڑی بڑی ہوا کرتی ہیں چیونٹی انتہائی چھوٹی چھوٹی اور بے وقعت تو گویا بڑی مخلوق اور چھوٹی مخلوق سب ہی طالب علم کے حق میں دعا گزار ہیں۔

ساری مخلوقات طالب علم کے لئے دعا کیوں کرتی ہیں؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ساری مخلوقات طالب علم کے لئے دعا کیوں کرتی ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب طالب علم حاصل کرتا ہے اور اس کے لئے محنت کرتا ہے تو علم شریعت کے ذریعہ سے فائدہ یہ ہوگا کہ مخلوق کو خدائے پاک کی معرفت وپہچان نصیب ہوگی اور جب خدائے پاک کی پہچان اور اس کا عرفان نصیب ہوگا تو خدائے پاک کی یاد بھی نصیب ہوگی اور اس کا ذکر بھی ہوگا اور جب اس کی یاد اس عالم میں باقی رہے گی تو یہ عالم بھی باقی رہے گا اور عالم باقی رہے گا تو سمندر میں مچھلیاں بھی رہیں گی اور بلوں میں چیونٹیاں بھی باقی رہیں گی تو در حقیقت اپنی ہی خیر منا رہی ہیں اور بظاہر طالب علم کے لئے دعا کر رہی ہیں۔

اس لئے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو علم کے حصول کے لئے چلتا ہے تو سہل اللہ بہ طریقاً الی الجنۃ حق تبارک وتعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔

میں اس کو یوں سمجھاتا ہوں کہ دنیا کے اسکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں میں حکومت کی طرف سے قاعدہ اور ضابطہ یہ ہے کہ جب طلباء تعطیلات میں اپنے مکانوں پر جانا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ٹکٹ میں کنسیشن کی شکل ہوتی ہے' رعایت وسہولت ہوتی ہے تاکہ آسانی سے اپنے مکان پر پہنچ جائیں تو اس عالم میں جتنے انسان ہیں ان تمام میں جو فرمانبردار ہیں ان کی اصلی منزل جنت ہے گویا ان کا مکان جنت ہے اور حصول علم کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ ان کے لئے جنت کے راستہ کو آسان کر دیتے ہیں' گویا کنسیشن کی شکل پیدا ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ یہ فطری نظام ہے حکومتوں کی اپنی کوئی نئی اسکیم نہیں ہے بلکہ ادھر کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ صفت علم کی عظمت قائم ہو اور جب مادی علم کی یہ عظمت ہے تو شرعی علم کا پوچھنا ہی کیا؟ شرعی علم عظیم ترین علم ہے اس کی وزارت حق تعالیٰ شانہ نے آسمانی دنیا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سپرد فرمائی ہے۔

علم سکون چاہتا ہے:

لیکن جہاں انسانوں کے لئے روحانی غذا علم ومعرفت کی ضرورت ہے وہیں جسمانی غذا کا نظام بھی ضروری ہے۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ طلباء کو ان کے والی سرپرست اور ان کے مربی معاش کی طرف سے بالکل فارغ کر دیتے ہیں جب تک روزی روٹی کی فکر سے انہیں بے نیاز نہ کیا جائے وہ جی لگا کر پڑھ نہیں سکتے تو معلوم ہوا کہ علم ومعرفت کے حصول کے لئے فراغت بہت ضروری ہے اور سکون بہت ضروری ہے۔

اس لئے علماء لکھتے ہیں کہ "علم" کا درمیانی حرف ساکن ہے یعنی علم ساکن الاوسط ہے اور عمل متحرک الاوسط ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم سکون وشانتی چاہتا ہے اگر سکون واطمینان نہیں ہے تو علمی

CS CamScanner

حقیقتوں پر اطلاع دشوار ہے اور عمل میں حرکت کرتی چلی ہے کیوں کہ متحرک الاوسط ہے' حرکت ہوگی تو برکت ہوگی۔

روحانی دنیا کے وزراء:

علم شرعی حقیقتاً بہت عظیم علم ہے' حق تعالیٰ نے اس دنیا کے مدرسہ میں جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ جو وزیر تعلیم ہیں دنیا کے ہر دور کے بڑے بڑے وزراء یعنی انبیاء کرام علیہم السلام (جو کائنات کے روحانی وزراء ہیں) کے پاس اپنے علوم بھیجے اور سب سے اخیر میں روحانی دنیا کے وزیر اعظم سید الاولین والآخرین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حق تعالیٰ نے وزیر تعلیم حضرت جبرائیل علیہ السلام کو علم دے کر روانہ فرمایا...... اس دنیا کے مدرسہ میں علم سیکھنے والوں کے لئے غذا کا نظام وزیر غذا حضرت میکائیل علیہ السلام سے وابستہ کیا گیا گویا ان کی خدمات کا حاصل کائنات میں سبزی و نباتات کا بڑھانا' اشجار' پودوں' غلوں' پھلوں اور پھولوں کا اگانا اور انسانی اجسام کے لئے غذا فراہم کرنا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا تعلق روحانی غذا سے ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا تعلق جسمانی غذا سے ہے۔ اسی لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حیثیت حضرت میکائیل علیہ السلام پر اس معنی میں فائق ہوگی کہ ان کی خدمات کا تعلق روح سے ہے اور ان کی خدمات کا تعلق جسم سے ہے۔

جبرائیلی و میکائیلی خدمات کا حاصل:

مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ میں تو ساری میں تقریر کر رہا تھا اور معراج پاک سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک بات حق تعالیٰ نے عجیب ذہن میں ڈالی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے لئے بلایا گیا تو حق تعالیٰ نے سواری بھیجی اور سواری کے ساتھ دو فرشتے بھی بھیجے..... ایک حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اور دوسرے حضرت میکائیل علیہ السلام (ویسے مشہور صرف جبرائیل علیہ السلام ہی ہیں لیکن روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت میکائیل علیہ السلام بھی تشریف لائے تھے) تو اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے دو وزیر آسمان میں ہیں ایک جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے میکائیل علیہ السلام۔

میرے دو وزیر زمین میں ہیں ایک صدیق اکبر دوسرے فاروق اعظم رضی اللہ عنہما۔ معراج میں گویا کونین کے بادشاہ سلامت کو سفر درپیش ہے اور عروج کرایا جا رہا ہے تو لینے کے لئے آسمانی دنیا کے دو وزیر بھیجے گئے۔ مجھے خیال آیا کہ حضرت عزرائیل اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو کیوں نہیں بھیجا گیا؟ اس کا جواب یہ سمجھ میں آیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تو لاتے ہیں وحی متین۔ وہ ہے انسانی روحوں کی غذا اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے پانی کا نظام متعلق ہے وہ انسانوں کے جسم کی غذا ہے اور روح اور غذا مل جائے تو وہ انسانی بقاء ہے گویا جبرائیلی اور میکائیلی خدمات کا حاصل نہ نکلا کہ انسانوں کی روحیں بھی سلامت رہیں اور ان کے اجسام بھی سلامت رہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام کا کام یہ ہے کہ وہ انفرادی طور پر ایک ایک کو روانہ کرتے رہتے ہیں۔ آج کسی کو روانہ کیا کل کسی سے ملاقات کی پرسوں کسی کی خبر لی' ترسوں کسی کے ساتھ معاملہ کیا۔ ان کا ایک نظام ہے وہ انفرادی طور پر روحیں نکالتے ہیں اور ختم کرتے ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی شان یہ ہے کہ وہ سارے عالم کی ارواح کے سلب کرنے کا کام انجام دیں گے تو انفرادی موت یہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی محنت کا حاصل ہے اور اجتماعی موت یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی محنت کا حاصل ہے۔ ان دو فرشتوں کی خدمتیں ایسی ہیں جو عالم کو ختم کرنے سے متعلق ہیں اور دو فرشتوں کی خدمتیں ایسی ہیں جو عالم کو باقی رکھنے سے متعلق ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی عالم کے وجود میں آنے کی سبب بنی تو جو ذات عالم کے وجود میں آنے کا سبب بنی اور پیدائش کائنات کا سبب بنی ہے اس کی وزارت اور اس کی خدمت کے لئے وہی فرشتے مناسب تھے جن کی خدمتیں عالم کو باقی رکھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

قوموں کے بگڑنے پر عذاب کی شکلیں:

یہی وجہ ہے کہ طالب علم اگر سرکشی کرے' کھیل کود اور مستی طوفان میں مشغول رہے تو بعض مرتبہ منتظمین خفا ہو کر پٹائی کرتے ہیں' کبھی ان کا کھانا پینا بند کر دیتے ہیں تاکہ سرکشی چھوڑ دے اور تعلیم و تعلم میں لگ جائے۔ اسی طرح جب قومیں بگڑ جاتی ہیں تو حق تعالیٰ حضرت میکائیل علیہ السلام کو فرماتے ہیں کہ وہ پانی کے نظام میں خلل پیدا کر دیں تاکہ بارش موقوف ہو جاوے' قحط سالی کی شکل ہو' گویا زمین پر رہنے والے یہ سارے انسان جو طالب علم کی حیثیت میں ہیں ان انسانوں میں سرکشی آگئی اور انبیاء علیہم السلام کے راستے سے جو سبق انہیں سکھلایا جا رہا تھا وہ یاد کرنا چھوڑ دیا تو خدائے پاک کی طرف سے تنبیہ کی شکل ہوتی ہے کبھی پانی بند' کبھی دانہ بند' تاکہ ہاتھ تنگ ہو اور پھر دوبارہ اپنے راستہ پر لگ جائے یہ خدائے پاک کا ایک حکیمانہ نظام ہے۔

ناقابل معافی جرم بغاوت:

مگر جہاں تعلیم کی ضرورت ہے غذا کی ضرورت ہے اسی کے ساتھ ساتھ غفلتوں اور بغاوتوں کو دور کرنے کے لئے دوا اور نقاسوں کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ انسان میں گناہ کے جو مادے ہیں وہ دو شان کے ہیں...... ایک غفلت کا مادہ اور ایک بغاوت کا مادہ۔ غفلت خواہشات نفسانی کا نام ہے جس سے سارے شہوانی گناہ وجود میں آتے ہیں کہ آدمی زنا کرتا ہے' چوری کرتا ہے' غلط کام کرتا ہے...... غرض شہوت جتنے بھی جذبات انسان میں ابھارتی ہے ان سے غفلت وجود میں آتی ہے اور دوسرا مادہ بغاوت کا ہے جس سے تکبر اور فخر و غرور وغیرہ جیسے گناہ وجود میں آتے ہیں گویا ایک گناہ وہ ہے جو غفلت سے متعلق ہے اور ایک گناہ وہ ہے جو بغاوت سے متعلق ہے یا یوں کہہ لو کہ ایک گناہ کا تعلق باہ سے ہے اور ایک گناہ کا تعلق جاہ سے ہے اور سمجھ میں نہ آئے تو یوں سمجھ لیں کہ ابلیس سے جو گناہ ہوا تھا اس کی وجہ تکبر اور بڑائی تھی کہ اس نے سرکشی کی اور خدائی حکم کے آگے سر نہیں جھکایا تو اس گناہ کا تعلق بغاوت سے تھا اور حضرت آدم علیہ السلام سے جو ایک حکم عدولی ہوگئی جس میں ہزاروں حکمتیں ہیں وہ تو خواہش کی بنیاد پر تھی اور جو گناہ خواہش کی بنیاد پر ہو جاتے ہیں ان کے معاف ہونے کی امید ہے مگر تکبر کے سبب جو گناہ ہو تو اس میں چونکہ بغاوت کی شکل ہوتی ہے اس لئے تکبر کی وجہ سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی......

لہٰذا اس کی معافی بھی نہیں ہوتی۔

اس لئے جو آدمی اپنی خواہش سے گناہ کر بیٹھتا ہے تو اسے احساس بھی ہو جاتا ہے تنبیہ بھی ہو جاتا ہے' گڑگڑاتا ہے' روتا ہے اور معافی تلافی کر لیتا ہے اور جہاں سرکشی و تکبر ہے تو اول وہ اپنی غلطی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں جیسا کہ ابلیس نے اپنی غلطی تسلیم نہیں کی' اس عقل کے مارے نے کہا تھا کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا' آگ اوپر کی جانب چلتی ہے اور مٹی کا مقام نیچے ہے اور اوپر والا نیچے کے سامنے کیسے جھکے...... یہ حقیقتاً شعور و عقل کے خلاف بات ہے تو صرف خدائے پاک کے امر کی خلاف ورزی ہی نہیں بلکہ اس کو خلاف حکمت ٹھہرایا۔ اس کے خلاف حجت اور دلیل قائم کی اور بالکل بے جان قسم کی دلیل پیش کی...... حالانکہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے مٹی کی آگ پر تیرہ وجوہ سے فضیلت ثابت کی ہے۔ بہر حال مجھے یہ ذکر کرنا ہے کہ ایک وہ گناہ ہے جو خواہش کی آنکھ کے نتیجے میں ہوتا ہے اور ایک وہ گناہ ہے جو تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔

آپ دیکھ لیجئے کہ حکومت کا کوئی قانون آدمی توڑ دے' کوئی جرم ہو جائے تو سزا کا مستحق ہے لیکن اگر حکومت کے خلاف بغاوت کرتا ہے اس کی سزا بڑی خطرناک ہوتی ہے تو خدائے پاک کی حکومت کے باغی مشرک و کافر ہیں اور ظاہر بات ہے کہ شرک معاف نہیں ہے۔ اس لئے اس کا تعلق بغاوت سے ہے اور دیگر گناہ کا تعلق غفلت سے ہے اور غفلت تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے کہ غفلت آتی ہے اور گناہ ہوتا ہے اور غفلت رخصت ہو تو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے۔

اس لئے شاعر کہتا ہے

جام سے توبہ شکن توبہ میری جام شکن
دور تک ڈھیر ہیں ٹوٹے ہوئے پیالوں کے

جب شراب کا پیالہ آتا ہے تو توبہ ٹوٹ جاتی ہے پھر پینے کے بعد جب ہوش آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ بہت ہی احمقانہ اور سفیہانہ کام کیا ہے تو روتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں' جام شراب کو توڑ دیتا ہوں تو شراب کا جذبہ ابھرتا ہے تو وہ توبہ کو توڑ دیتا ہے اور توبہ کا جذبہ جام سے کو توڑ دیتا ہے' کبھی اس کا غلبہ تو کبھی کبھی اس کا غلبہ۔

قلب کی کیفیت:

اس لئے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں ہے کہ ایک روز گھر پر یہ سوچنے لگے کہ حنظلہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رہتا ہوں تو اس کا حال کچھ اور ہوتا ہے' جنت دوزخ' گویا سامنے ہوتی ہیں اور گھر پر آنے کے بعد غفلت ہو جاتی ہے' بیوی بچوں کی مشغولی کی وجہ سے وہ بات نہیں رہتی تو غور کرنے سے دونوں میں فرق معلوم ہوا۔ یہ کہتے ہوئے وہ گھر سے نکلے کہ "نافق حنظلہ" یعنی حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ کیسے بے صاف دل کے سادہ لوگ تھے کہ ایک بات ذہن میں آئی اسے محسوس کیا اور اظہار بھی کر دیا راستے میں دنیائے صدیقیت کے شہنشاہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ملے...... فرمایا خیر تو ہے؟ کہا خیر کیا میں تو منافق ہو گیا وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مجلس مبارک میں قلب کی کیفیت کچھ اور ہوتی ہے اور گھر پر آنے کے بعد کچھ اور۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو میرا بھی یہی حال ہے چلو ہم جا کر دریافت کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچ کر صورت حال ذکر کی اور یہ وہ دربار ہے کہ جہاں کا حال یہ تھا۔ بقول شاعر

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

بڑے بڑے فلسفی ایک طرف چھوٹے چھوٹے چٹکلوں میں وہ حقیقتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا دیں کہ لوگ ہزاروں مرتبہ کائنات کا چکر لگا لیں اور سر پٹخیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاک پا کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جملہ اتنی مصلحتوں پر مبنی ہے کہ ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔

ہمارے حکیم فخر الدین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں یورپ کے حکماء کی بڑی ضخیم دو کتابیں دیکھیں اور اس کے بعد تقابل کے لئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث لی تو مجھے اس بات پر شرح صدر اور اطمینان ہوا کہ ان ہزاروں جملوں میں وہ حکمت و دانائی نہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ہے۔

بہر حال وہ دونوں حضرات دربار رسالت میں حاضر ہوئے صورت حال عرض کی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حنظلہ! اگر یہی کیفیت تمہاری ہمیشہ برقرار رہے جو میری مجلس میں ہوتی ہے تو پھر یہ کیفیت ہو گی کہ ملائکہ تمہارے بستروں پر اور راستہ چلتے تم سے ملاقات کرنے لگیں گے...... ولٰکن ساعۃ و ساعۃ حنظلہ...... کہ کبھی وہ حال کبھی یہ حال۔ اللہ نے یہ نظام رکھا ہے۔

فخر الاماثل کی مثال بے مثال:

میرے حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بڑی اچھی مثال دی۔ فرمایا دیکھو! دریا کی دو حالتیں ہیں' ایک حالت سکون و اطمینان کی اور ایک حالت ہے طغیانی کی' پانی دونوں حالتوں میں اتنا ہی ہے مگر دریا ساکن ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پانی کم ہے اور جب جوش و خروش اور تلاطم و تموج کی کیفیت ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پانی دوگنا ہو گیا تو حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب اپنے گھروں پر ہوتے تو دریائے ایمان ساکن ہوتا' بالکل خاموش پرسکون ہوتا اور مجلس مبارک میں جب حاضر ہوتے تو ایمانی دریا میں لہریں اٹھتی تھیں اور جوش کی کیفیت ہوتی تھی' معرفت تازہ ہوتی' ایمان تازہ ہوتا' فراست اور نورانیت میں اضافہ ہوتا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کا کیا کہنا سبحان اللہ منٹوں میں اور ذرا سی دیر میں وہ مقام نصیب ہوا کہ بعد میں آنے والے ہزاروں سال مجاہدات کرتے رہیں مگر وہ مقام نصیب نہیں ہو سکتا۔ (جاری ہے) ☆......☆......☆

﴿مجھے پسند ہے﴾

☆...... وہ دل جس میں درد ہو۔

☆...... وہ آنکھیں جن میں حیا ہو۔

☆...... وہ شخص جو وعدہ وفا کرتا ہو۔

☆...... وہ لباس جس میں وقار ہو۔

☆...... وہ دوست جس میں مخلص ہو۔

﴿شیخ ریاض احمد آف فیصل آباد﴾

علم و عمل

◈ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے دین کا علم اس لئے حاصل کیا کہ دین کے ذریعہ دنیا کمائے تو اس کو جنت کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔ (ابن ماجہ ابوداؤد)

◈ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جس نے علم اس لئے حاصل کیا کہ علماء سے مناظرہ اور مقابلہ کرے، جہلا کو شکوک و شبہات میں ڈالے اور اپنی چرب زبانی اور خوش بیانی سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے گا۔ (ترمذی ابن ابی الدنیا)

◈ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں۔
(بخاری و مسلم)

◈ حضرت خذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے اور تمہارا بہترین دین پرہیزگاری ہے۔ (بزاز)

◈ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب بندے کو قبر میں بھی ملتا رہے گا۔ ان سات میں سے ایک علم ہے۔
(ابن ماجہ ملخوظہ)

منجانب محمد زبیر احمد
پریشن مارکیٹ امین پور بازار فیصل آباد

ہدیہ 20 روپے

بسم اللہ پبلیکیشنز

کے زیر اہتمام شائع ہونے والی

علمی، اصلاحی کتب

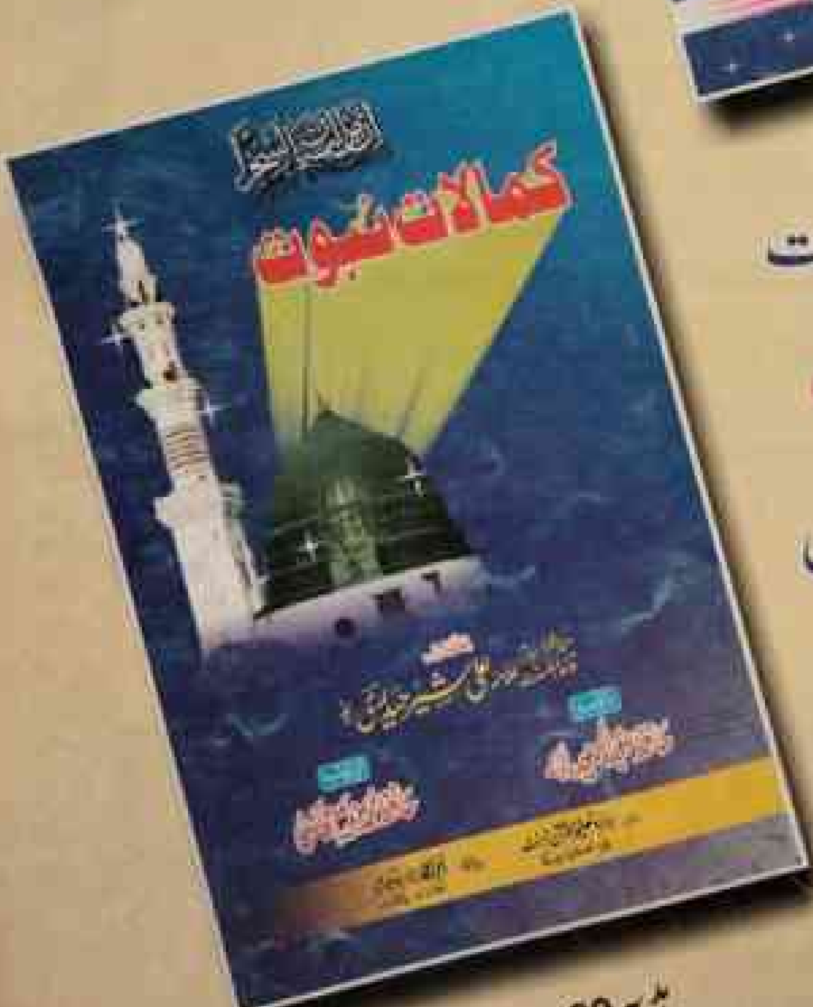

ہدیہ 20 روپے

- کمپیوٹرائزڈ کتابت
- بہترین طباعت
- خوبصورت ٹائٹل